26

اخلاق جنسی

اسلام اور مغرب کی نظر میں

آیت اللہ شہید استاد مرتضیٰ مطہریؒ

شہید مطہری فاونڈیشن (پاکستان)

www.shaheedmutahhari.com

اخلاقِ جنسی

اسلام اور مغرب کی نظر میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اخلاقِ جنسی

اسلام اور مغرب کی نظر میں

تالیف

استاد شہید مرتضیٰ مطہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

عابد حسین بہشتی

شہید مطہری فاونڈیشن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نام کتاب: اخلاق جنسی
مؤلف: استاد مرتضیٰ شہید مطہری
مترجم: عابد حسین بہشتی
کمپوزنگ: انس کمیونیکیشن 0300-4271066
ناشر: شہید مطہری فاونڈیشن
زیرِ اہتمام: ابوظہیر

ملنے کا پتہ

معراج کمپنی لاہور

بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

0321-4971214

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد

0333-5234311

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فہرست

عرض ناشر 9
پیش گفتار 12
کیا جنسی خواہش ذاتی طور پر گناہ ہے؟ 14
جنسی اخلاق اور جدید مفکرین کے نظریات 20
ویل ڈیورنٹ کا نظریہ 20
رسل کا نظریہ 22
جدید جنسی اخلاق کے حامیوں کے نظریات 24
نئے جنسی اخلاق کا تنقیدی جائزہ 25
رسل اور انسانی نسل کی بہبود کا مسئلہ 29
پہلا اصول......آزادی 32
پہلی بات......آزادی کی تشریح: 32
دوسری بات......خاندان کی تشکیل کے عمومی اور خصوصی پہلو: 35
دوسرا اصول...انسان کی فطری صلاحیتوں کی پرورش ضروری ہے 38
ا۔کیا اسلامی فلسفہ اخلاق فطری جذبات کی نشوونما میں مانع ہے؟ 39
نفسانی قوتوں کی سرکشی کے اسباب: 42
۲۔نفس کشی سے کیا مراد ہے؟ 43

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔خواہشات اور میلانات میں انتشار: 44
اب دیکھتے ہیں کہ اصول سے کس طرح فائدہ اٹھایا گیا؟ 44
۴۔اخلاق میں جمہوریت: 49
۵۔عشق کے نقطہ نظر سے شخصیت کی نشوونما: 49
عشق اور عصمت: 54
ویل ڈیورنٹ اور جدید جنسی اخلاق: 56
رومانی عشق کے بارے میں رسل کا نظریہ: 57
پہلا نکتہ: 59
دوسرا نکتہ: 60
شہوت ختم ہو جانے پر ویل ڈیورنٹ کا نظریہ: 62
حاشیہ: 63

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عرض ناشر

تمام تعریف اس خدا کے لئے جس کے قبضے میں ہم سب کی جان ہے اور جو ہم سب کا مالک و خالق ہے اور درود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کی پیروی دنیا اور آخرت میں ہماری نجات کا باعث ہے۔

شہید مطہری فاونڈیشن کا قیام عمل میں آئے کوئی بہت مدت نہیں گزری مگر آپ کی دعاوں اور تعاون سے استاد شہید مطہری کے علمی آثار کی جمع اور تدوین کا کام پوری شد و مد سے جاری و ساری ہے۔ ہر کام میں کچھ نہ کچھ مشکلات بھی ہوتی ہیں اور ہمیں بھی کئی مشکلات کا سامنا ہے، کتب کی دستیابی، ان کے ترجمے کا معیار، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ سب کام کرنا اور کروانا ایک مشکل کام ہے اور ہم آپ کی دعاوں سے ان مراحل کو بطریق احسن طے کر رہے ہیں۔

''جنس'' ہمیشہ سے ایک اہم اور بنیادی مسئلہ رہا ہے اور اس موضوع پر بہت سے لوگوں نے کام کیا ہے، مگر استاد شہید اپنے کام میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ میں نے اس موضوع پر اس سے قبل بہت سی کتب و رسائل اور مقالات کا مطالعہ کیا ہے مگر جو بات استاد مرتضیٰ مطہری کے قلم و سوچ میں ہے اس کا حامل کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شہید مطہری ایک انسان نہیں ایک تحریک اور منبع علوم وفنون ہیں۔ آج تک کسی لکھنے والے نے مجھے متاثر نہیں کیا اور استاد شہید کا اعجاز یہ ہے کہ میں ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس وقت جو کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اس کی ضرورت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ آج جس مغرب زدہ معاشرے میں ہم رہتے ہیں اور اسلامی شعار کو پسِ پشت ڈال کر مادر پدر جنسی آزادی چاہتے ہیں اس کا نتیجہ مغرب تو بھگت رہا ہے اور اب کسی طرح سے بھی اس جال سے نکلنا چاہتا ہے اور ہم ہیں کہ اس میں الجھنے کی آزاد سعی کر رہے ہیں۔ آج معاشرہ جس جنسی آزادی کا خواہش مند ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے استاد شہید نے اس اہم موضوع پر چشم کشا و دل آویز تحریر پیش کی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کتاب کو پڑھ کر کسی کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو پھر اس کو کچھ بھی کہنا فضول و بے کار ہی ہوگا۔

آپ سے التماس ہے کہ اگر آپ کے پاس شہید مطہری کی کوئی کتاب ہے تو ہمیں ارسال کریں تا کہ اس کو ازسرِ نو شائع کیا جاسکے اس سلسلے میں ادارہ آپ کے تعاون پر ممنون و مشکور ہوگا۔

ادارہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پیش گفتار

یہ کتابچہ درحقیقت عظیم دانشور اور عالم دین جناب آیت اللہ مرتضیٰ شہید مطہری کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو آپ نے مکتب اسلام نامی میگزین کے لئے ایران میں اسلامی انقلاب سے پہلے تحریر کئے تھے، آپ جنسی اخلاقیات کے اس موضوع کو''اسلام میں خواتین کے حقوق'' نامی کتاب میں آخری فصل کے طور پر شامل کرنا چاہتے تھےلیکن اس وقت اس موضوع کے مکمل نہ ہونے کے سبب ایسا نہ ہوسکا اور بعد میں اسے ایک الگ کتابچہ کے طور پر شائع کیا گیا اس کتاب میں یورپ میں جنسی اخلاقیات کے نام سے جو چیز پیش کی گئی ہے اور آج جس کو انسانی آزادی اور انسانی حقوق جیسےنعروں کی آڑ میں پوری دنیا کوجس چیز کی تعلیم دینے کی کوشش کی جارہی ہے اس نام نہاد اخلاقیات کی قلعی کھول دی گئے ہے نیز اس سلسلے میں اسلامی نقطہ نظر کو بھی پیش کیا گیا ہے۔

شہید مرتضی مطہری رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم عالم دین اور دانشور جب کسی موضوع پر قلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اٹھاتے ہیں تو اس کی تمام اطراف پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ گہرائی سے جانچ پرکھ کر کے ہر بات کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور پھر اسلامی نقطہ نظر کو عام فہم زبان میں اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ ایک عام قاری بھی اسے آسانی کے ساتھ سمجھ لیتا ہے، بندہ حقیر نے بعض اصطلاحات یا جملات کی حسب ضرورت حاشیہ کے ذریعے وضاحت کی ہے تاکہ قاری بہتر انداز سے سمجھ سکے۔

اگرچہ اس کتاب کے اردو ترجمے موجود تھے لیکن دوستوں کے اصرار پر ایک بار پھر اس کتاب کے ترجمے کی سعادت حاصل ہوئی، امید ہے کہ جوان نسل اس کتاب سے بہرمند ہوگی۔

عابد حسین بہشتی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا جنسی خواہش ذاتی طور پر گناہ ہے؟

اسلام میں شوہر اور بیوی کی باہمی محبت کو خدا کے وجود کی روشن علامات میں سے سمجھا جاتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کی عورتیں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا ہو۔[1]

اور نکاح کو ''سنت'' اور تجرد (کنوارا رہنا) ''وبال'' خیال کیا جاتا ہے، لیکن ہمیں یہ پڑھ کر یا سن کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ بعض (معاشرتی) قوانین میں جنسی کو ذاتاً فحش اور جنسی رابطے کو (خواہ وہ اپنی شرعی اور جائز بیوی ہی سے ہی کیوں نہ ہو) تباہی اور پستی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ کہتے ہیں: قدیم زمانے میں لوگ انہی توہمات کا شکار تھے''۔

ہمارے زمانے کے مشہور سماجیات کے ماہر برٹرنڈ رسل کا کہنا ہے:

بہت پرانے زمانوں میں جنسیات کے مخالف نظریات اور

---

[1] سورۂ روم: ۲۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسباب کا سراغ ملتا ہے، بالخصوص جن علاقوں میں عیسائیت اور بدھ مت کی حکومت تھی وہاں ایسے نظریات کو فروغ حاصل ہوا۔ دنیا چھوڑ دینے کی مثالوں سے اس تعجب انگیز طرز فکر کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے، جو جنسی تعلقات میں کسی نہ کسی طرح فحاشی اور تباہی کا عنصر ضرور موجود ہونے کا حکم لگاتا ہے۔

جو علاقے عیسائیت اور بدھ مت کے اثرات سے دور تھے وہاں بھی ایسے مذاہب اور روحانی پیشوا موجود تھے جو ''تجرد'' کی حمایت کرتے تھے، مثلاً یہودیوں میں ''اسنیت'' فرقہ میں اس طرح قدیم دور میں ریاضت کرنے کی ایک عام تحریک چل نکلی۔ یونان اور مہذب روم نے بھی اپیکور کے طور طریقے چھوڑ کر کلبیوں کے طریقے اپنا لئے۔ نئے افلاطونوں (نیو افلاطونیزم) کو دیکھئے تو وہ بھی کلبیوں کے برابر ہی ریاضت پسند نکلے۔

ایران سے اس قسم کے اصول وضوابط (DOCTRINE) مشرق کی طرف گئے جو مکمل طور پر تباہی کے نظریات تھے۔ اسی کے ساتھ یہ نظریہ بھی معرض وجود میں آیا کہ ہر طرح کا جنسی تعلق ناپاک عمل ہے، بعد میں جزوی ترمیم کے بعد یہی عقیدہ عیسائی کلیسا کے عقائد میں شامل ہو گیا۔[1]

ہراساں کرنے والا اور نفرت پھیلانے والا یہ نظریہ صدیوں انسانی ضمیر پر مسلط رہا۔ ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ اس نظریئے کے اثرات سے جس قدر نفسیاتی انتشار اور ذہنی خلفشار پیدا ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔

اس قسم کے عقائد ونظریات کے پیدا ہونے کی کیا وجوہات ہوسکتیں ہیں؟ وہ کون سے عوامل ہیں جو انسان کو اپنی فطری خواہش کے بارے میں بدگمان کرتے ہیں، یہاں تک کہ درحقیقت انسان اپنے ہی وجود کے ایک حصے کی مذمت کر بیٹھے؟ اس سوال پر

---

[1] زناشوئی واخلاق MORALS & MARRIAGE صفحہ ۵۲ تا ۶۲

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دانشور حضرات بہت بحث کر چکے ہیں، لہٰذا ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں، کیونکہ کئی ایسے اسباب ہو سکتے ہیں جو انسان کو اس قسم کے عقائد و نظریات کی طرف لے جاتے ہیں۔

عیسائیوں میں ''جنسی رابطہ اور تعلق'' کے ناپاک ہونے کے نظریئے کی اتنی مقبولیت کا بظاہر یہی سبب نظر آتا ہے کہ خود کلیسا بھی اپنے آغاز سے لے کر اب تک اس پر عمل کرتا چلا آ رہا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساری زندگی کنوارا رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ جنسی رابطہ ایک برا فعل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں کے روحانی اور مذہبی پیشوا روحانی مدارج و مقامات حاصل کرنے کے لئے تمام عمر عورت سے رابطہ نہ رکھنے کی شرط عائد کرتے ہیں، لہٰذا ''پاپ'' انہی (مجرد یا کنوارے) افراد میں سے چنا جاتا ہے۔ چرچ کے بزرگوں کے خیال میں تقویٰ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انسان شادی سے اجتناب کرے۔ رسل کہتا ہے:

> قدیسین (عیسائی مقدس علماء) کے رسائل میں ہم صرف دو یا تین مقامات ہی پر شادی سے متعلق کوئی خوبصورت جملہ پاتے ہیں، ورنہ باقی ہر جگہ ارباب کلیسا نے شادی کے بارے میں بدترین الفاظ استعمال کئے ہیں۔
>
> ریاضت کا مقصد لوگوں کو متقی بنانا ہوتا ہے، لہٰذا شادی کو جو ان کے نزدیک حقیر فعل تھا ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ تقدس بحال رکھنے کے لئے سن ڑروم کا یہ پختہ نظریہ تھا کہ بکارت کے کلہاڑے سے ازدواجی درخت کو گرا دیجئے۔[1]

کلیسا تولید نسل کی نیت سے شادی کو جائز قرار دیتا ہے، لیکن یہ ضرورت بھی چرچ کی نظر میں اس فعل کی ذاتی پلیدی کو دھو نہیں سکتی۔ شادی کا دوسرا جواز برائی کو برائی

---

[1] زنا سوئی و اخلاق، صفحہ ۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے ذریعے ختم کرنا ہے، یعنی اس طرح مرد اور عورت کے کھلے اختلاط کو روکا جا سکتا ہے۔

مگر رسل کہتا ہے:

> سن پول کے نزدیک تولید نسل کا نظریہ ثانوی حیثیت رکھتا تھا، شادی کا اصل مقصد تو گناہ کا راستہ روکنا تھا، لہٰذا شادی کا یہی بنیادی مقصد ہے جو درحقیقت برائی کو برائی کے ذریعے ختم کرتا ہے۔[1]

چرچ نکاح کو ناقابل تنسیخ اور طلاق کو ممنوع قرار دیتا ہے تاکہ نکاح کا تقدس برقرار رکھا جا سکے، ممکن ہے طلاق کی ممانعت اور نکاح کے ناقابل تنسیخ ہونے کے بارے میں کلیسا کے اس نظریئے سے تجرد کی ''بہشت'' سے نکالے ہوئے لوگوں کو سزا دینا مقصود ہو۔

قدیم اقوام اور قبائل میں عورت کے بارے میں جو حقارت آمیز نظریات پائے جاتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان کے مطابق عورت ایک مکمل انسان نہیں ہے، اس کی مثال انسان اور حیوان کے درمیان برزخ جیسی ہے۔ عورت بے زبان مخلوق ہے، وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگی، وغیرہ وغیرہ، یہ نظریات جب تک عورت کی قدر و قیمت متعین کرنے سے متجاوز نہیں ہوتے مرد میں تکبر اور عورت میں احساس کمتری کے سوا کوئی دوسرا نفسیاتی اثر پیدا نہیں کرتے، لیکن جنسی اختلاط اور تعلقات کے فحش ہونے کا نظریہ عورت اور مرد کو یکساں طور پر پراگندہ ذہن اور تباہ کرتا ہے۔ اس سے ''فطری خواہش'' اور ''مذہبی عقیدہ'' کے درمیان شدید کشمکش شروع ہو جاتی ہے، ذہنی انتشار اور اس کے برے نتائج ہمیشہ فطری رجحانات، خواہشات اور ماحول کی مخالف تعلیمات کی کشمکش سے پیدا ہوتے ہیں۔ ماہرین نفسیات شروع ہی سے اس اہم ترین مسئلہ پر غور و فکر کرتے چلے آ رہے ہیں۔

مذکورہ عقائد کے مقابلے میں اسلامی فلسفہ غیر معمولی حد تک پرکشش ہے،

---

[1] زنا شوئی و اخلاق صفحہ ۱۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیونکہ اسلام میں جنسی تعلق کے فحش ہونے کے بارے میں کوئی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا، بلکہ اسلام نے اس تعلق کو مربوط بنانے کے لئے اپنی نیک کوششیں بروئے کار لائی ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے جنسی تعلقات کو صرف موجودہ معاشرے کی یا آنے والی نسل کی مصلحتیں محدود کرسکتی ہیں، مگر ساتھ ہی اسلام نے ایسی تدابیر اختیار کی ہیں جن سے یہ تجدید احساس محرومی یا خواہش کو دبانے کا موجب نہیں بننے پاتی۔

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برٹرنڈ رسل جیسے دانشور نے جنسیات پر مسیحی اور بدھ نظریات پر تو اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، لیکن (جنسیات پر) اسلامی عقائد کے بارے میں وہ بالکل خاموش ہے اور صرف یہ لکھ کر آگے بڑھ گیا ہے:

> اگر کنفوشیوس کے مسلک کو مذہب کہا جا سکتا ہے تو محمد اور کنفوشیوس کے علاوہ سب مذاہب کے بانیوں نے سیاسی اور معاشرتی اصولوں سے بے اعتنائی برتی ہے۔ ان کی تمام تر کوشش یہ رہی ہے کہ روحانی تکمیل، مراقبہ و مکاشفہ کے ذریعے ہو اور اسے فکر و فنا بہم پہنچائیں۔[1]

بہرحال اسلامی نقطہ نظر سے جنسی تعلق نہ صرف معنویت اور روحانیت کے مخالف نہیں بلکہ اسے انبیاء کا خلق اور عادت سمجھا جاتا ہے۔

حدیث نبوی ہے:

> من اخلاق الانبیاء حب النساء
>
> عورتوں کی محبت انبیاء کے اخلاق میں سے ہے[2]

اس بارے میں متعدد شواہد اور روایات موجود ہیں جن سے رسول اکرم اور

---

[1] زنا شوئی و اخلاق صفحہ ۶۸

[2] وسائل الشیعہ جلد ۳ صفحہ ۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آئمہ اطہار علیہم السلام کے عورت سے لگاؤ اور دلچسپی کا اظہار بڑے واضح انداز میں ہوتا ہے، اس کے برعکس ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن میں رہبانیت کا رجحان رکھنے والے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی عثمان بن مظعون نے اپنی عبادات کا دائرہ اس قدر وسیع کر لیا کہ وہ سارا دن روزہ رکھتے اور رات بھر صبح تک نماز پڑھتے۔ ان کی بیوی نے اپنے شوہر کے اس معمول کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تو آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت عثمان بن مظعون کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:

> اے عثمان! جان لو کہ خدا نے مجھے ہربانیت کے لئے نہیں بھیجا، میری شریعت فطری آسودگی کی شریعت ہے۔ میں خود نماز پڑھتا ہوں، جو کوئی میرے دین کی پیروی کرنا چاہتا ہے اسے میری سنت پر عمل کرنا ہوگا، شادی کرنا اور زوجین کا اختلاط میری سنت ہے۔

جنسی رابطے یا اس سے متعلق دوسرے امور کے فحش ہونے کے نظریئے پر ہم جو کچھ لکھا ہے، اس کا تعلق مغربی دنیا کے ماضی سے ہے۔ اب جنسی تعلقات کے احترام، تقدس، مکمل آزادی اور تمام (جنسی) پابندیاں ختم کرنے کی بات ہوتی ہے، پہلے دین کے نام پر سب کچھ کہا جاتا رہا، اب جدید علم اور فلسفہ کے زور پر اس کے برعکس اظہار خیال ہو رہا ہے۔

قوموں کے درمیان رابطے کے ذرائع کمزور ہونے کے باوجود بدقسمتی سے ہم مذکورہ مغربی نظریات کے نقصانات سے بچ نہیں پائے اور ہم میں وہ افکار کم و بیش سرایت کر چکے ہیں۔ مغرب کے جدید نظریات کے سیلاب کا رخ بھی ہماری طرف ہے، آگے چل کر ہم ان جدید افکار پر بحث کریں گے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جنسی اخلاق اور جدید مفکرین کے نظریات

جنسی اخلاق دراصل عام اخلاق ہی کا ایک حصہ ہے۔ یہ ان انسانی عادات، جذبات اور توجہات پر مشتمل ہوتا ہے جن کا تعلق جنسی خواہشات سے ہو۔

عورت کا مرد سے شرمانا، مرد کی غیرت، بیوی کی شوہر سے وفاداری اور عزت و ناموس کی حفاظت، مخصوص اعضاء کا پردہ، غیر محرموں سے عورت کا بدن چھپانا زنا کی ممانعت، غیر عورتوں سے لمس اور نظر بازی کے ذریعے لذت حاصل کرنے کی ممانعت، محرموں سے شادی پر پابندی، ماہواری کے دنوں میں بیوی سے ہمبستری پر پابندی، فحش تصاویر کو شائع نہ کرنا، تجرد مقدس ہے یا ناپاک، یہ تمام مسائل جنسی اخلاق و عادات کا حصہ ہیں۔

ویل ڈیورنٹ کا نظریہ

> جنسی اخلاق کا تعلق چونکہ انسانی اخلاق سے ہے اور اس میں (اثر انداز ہونے کی) غیر معمولی طاقت بھی موجود ہے، لہٰذا وہ ہمیشہ سے اخلاق کا بہترین حصہ شمار ہوتا چلا آ رہا ہے۔
>
> ویل ڈیورنٹ لکھتا ہے:
>
> جنسی تعلقات کی نگہداشت ہمیشہ سے اخلاقی ذمہ داری سمجھی جاتی رہی ہے، کیونکہ محض تولید نسل کی خواہش نہ صرف شادی کے دوران میں بلکہ اس سے پہلے اور بعد میں بھی مشکلات پیدا کرتی ہے۔ ایک طرف اس خواہش میں شدت وحدت سے اور دوسری طرف اس کے نتیجے میں قانون شکنی اور فطری طریقے سے انحراف سے سماجی اداروں میں بدنظمی اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔[1]

---

[1] تاریخ وتمدن جلد ۱ صفحہ ۹۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہاں سے ابتدائی طور پر جو علمی اور فلسفی بحث چل نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ جنسی اخلاق کا سرچشمہ کیا ہے؟ عورت میں حیاء اور عفت کی خصوصیات کس طرح پیدا ہوتی ہیں؟ مرد اپنی عورت کے معاملے میں اتنا غیرت مند کیوں ہے؟ کیا یہ غیرت دوسرے لفظوں میں وہی ''حسد'' تو نہیں جس کی انسان مذمت کرتا ہے اور استثنائی طور پر صرف اپنی بیوی کے معاملے میں اس جذبے کو قابل تعریف سمجھتا ہے یا یہ کوئی دوسرا جذبہ ہے؟ اگر وہی ''حسد'' ہے تو اسے مستثنیٰ کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اگر یہ کوئی دوسرا جذبہ ہے تو اس کی کیا توجیہہ ہوگی؟ اسی طرح عورت کے ستر کھولنے، فحاشی، محارم سے شادی کرنے وغیرہ کو کیوں برا سمجھا گیا ہے؟ کیا اس سب کا سرچشمہ خود فطرت اور طبیعت ہے؟ کیا فطرت اور طبیعت نے اپنے مقاصد کے حصول اور انسانی زندگی کو منظم کرنے کے لئے، جو کہ فطرتاً معاشرتی زندگی ہے، انسان میں مذکورہ بالا جذبات اور احساسات پیدا کئے؟ اس کے دوسرے اسباب ہیں، یعنی تاریخ کے ساتھ ساتھ یہ جذبات انسانی روح پر اثر انداز ہوتے رہے اور بتدریج انسان اخلاق اور ضمیر کا حصہ بن گئے؟

اگر جنسی اخلاق کا سرچشمہ طبیعت اور فطرت ہے تو موجودہ دور میں قدیم اور وحشی قبائل، جن کا طرز زندگی ابھی تک گذشتہ اقوام کی طرح ہے، کیوں ان خصوصیات سے بے بہرہ ہیں؟ جو کم از کم ایک مہذب انسان میں پائی جاتی ہیں۔ بہر حال اس کا سرچشمہ اور مقصد کوئی بھی ہو اور انسانیت کا ماضی کچھ بھی رہا ہو، جنسی رویئے کے بارے میں کونسا راستہ اختیار کرے جس سے وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے؟

کیا قدیم جنسی نظام اخلاق ہی برقرار رکھا جائے یا اسے فرسودہ سمجھ کر اس کی جگہ جدید اخلاقی نظام نافذ کیا جائے؟

ویل ڈیورنٹ اگرچہ اخلاق کی بنیاد فطرت کی بجائے ان واقعات پر رکھتا ہے جو تلخ، ناگوار اور ظالمانہ رہے ہیں، تاہم اسے دعویٰ ہے کہ اگرچہ قدیم جنسی اخلاقی نظام میں قباحتیں موجود ہیں لیکن چونکہ وہ راہِ تکمیل میں مناسب تر انتخاب کا مظہر ہے، لہٰذا بہتر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے اس کی حفاظت کی جائے۔

ویل ڈیورنٹ بکارت کے احترام اور شرم و حیاء کے احساس کے بارے میں لکھتا ہے:

> قدیم سماجی عادات و اطوار اس انسانی مزاج کا آئینہ دار ہیں، جو ان میں کئی صدیاں گزر جانے اور بے شمار غلطیاں کرنے کے بعد پیدا ہوئے، لہٰذا کہنا پڑے گا کہ اگرچہ بکارت کے احترام اور حیاء کا جذبہ نسبی امور ہیں اور شادی کے ذریعے عورت کو خرید لینے سے متعلق ہیں اور اعصابی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں، تاہم ان کے کچھ سماجی فوائد بھی ہیں۔ ان عوامل کا شمار جنسیت کی بقاء کے لئے کی جانے والی کوششوں میں ہوتا ہے۔[1]

فرائیڈ اور اس کے شاگردوں کا نظریہ (ویل ڈیورنٹ سے) مختلف ہے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ جنسی معاملات میں قدیم اخلاقی نظام کو تبدیل کر کے اس کی جگہ جدید اخلاقی نظام نافذ کیا جانا چاہئے۔ فرائیڈ اور اس کے ہم نواؤں کے خیال میں قدیم جنسی اخلاق کی بنیاد ''محدودیت'' اور ''ممانعت'' پر رکھی گئی ہے۔ آج انسان کو جن پریشان کن مسائل کا سامنا ہے وہ اسی ممانعت، محرومیت اور خوف کے لامتناہی سلسلے سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ وحشتیں ان مسائل کو مزید الجھا دیتی ہیں جو ان پابندیوں کے باعث انسانی ضمیر پر مسلط ہو چکی ہیں۔

رسل کا نظریہ

رسل نے جدید اخلاق کا جو تصور دیا ہے اس کی بنیاد بھی مذکورہ دلائل ہی پر ہے، وہ بزعم خود اس جنسی اخلاق کے فلسفہ کا دفاع کرتا ہے جس میں شرم، عفت، تقویٰ، عزت (لیکن بقول رسل ''حسد'') جیسے احساسات کا دور دور تک نام و نشان نہیں ملتا،

---

[1] تاریخ و تمدن جلد ۱ صفحہ ۴۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انہیں وہ ''ٹابو'' (TABOO ممنوع) کہتا ہے۔

برائی اور رسوائی کا تاثر اور مفہوم دینے والے اعمال کی وہاں کوئی جگہ نہیں، وہاں محض عقل وفکر پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ رسل جنسی محدودیت کا صرف اسی حد تک قائل ہے جس قدر بعض غذائی پرہیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ ''ٹابو'' (ممنوع و مقدس) اخلاق کے بارے میں ایک سوال کہ: کیا آپ ان لوگوں کو کوئی نصیحت کرنا چاہیں گے جو جنسی مسائل کے بارے میں کوئی صحیح اور دانشمندانہ راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں؟ کے جواب میں کہتا ہے:

> اب جنسی اخلاق کے مسئلے پر بھی دوسرے مسائل کی طرح بحث وتمحیص کی ضرورت ہے، اگر کسی فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو نقصان نہیں پہنچتا تو ہمارے پاس کوئی جواز نہیں کہ ہم اس کے ارتکاب کی مذمت کریں[1]

ایک دوسرے سوال: آپ (رسل) کے نظریئے کے مطابق آبرو پر حملے کی مذمت کرنی چاہئے، لیکن آپ عصمت کے منافی ان افعال کی مذمت نہیں کرتے جو چنداں نقصان دہ نہ ہوں؟ کے جواب میں رسل کہتا ہے:

> ہاں ایسا ہی ہے، ازالہ بکارت افراد کے درمیان ایک (قسم کا جسمانی تجاوز ہے، لیکن اگر ہم عصمت کے منافی مسائل سے دوچار ہوں تو ہمیں موقع ومحل کے مطابق یہ دیکھنا ہوگا کہ ایسے حساس وقت پر کیا ہمارے پاس مخالفت کرنے کے لئے دلائل موجود ہیں یا نہیں؟[2]

ہم فی الحال اس بحث میں نہیں پڑتے کہ حیاء وغیرہ قسم کے جذبات جنہیں آج

---

[1] جہانی کہ من می شناسم صفحہ ۶۷ تا ۸۶

[2] جہانی کہ من می شناسم صفحہ ۷۶ تا ۸۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جنسی اخلاق کا نام دیا جاتا ہے، فطری ہیں یا غیر فطری؟ کیونکہ یہ ایک مفصل بحث ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ خیال نہ کیا جائے کہ علم نے واقع اتنی ترقی کر لی ہے کہ ان جذبات کے سرچشمے کا سراغ لگایا جا چکا ہے۔ اس موضوع پر جو کچھ کہا گیا ہے وہ محض مفروضات ہیں اور دلچسپ امر یہ ہے کہ ان مفروضات کو تراشنے والوں کے نظریات میں بھی یکسانیت موجود نہیں، مثلاً فرائیڈ کے ہاں حیاء کے پیدا ہونے کا جو سبب ہے وہ رسل کے ہاں نہیں ہے، جبکہ ویل ڈیورنٹ کوئی دوسرا مقصد بتاتا ہے، ہم طوالت کے خوف سے ان اختلاف اور تضادات کا ذکر نہیں کرتے۔ ان احساسات کو غیر طبیعی ثابت کرنے کے لئے مذکورہ فلاسفہ کا رجحان ہی دراصل ان احساسات کی صحیح تشریح میں ناکامی کا سبب ہے۔

ہم فرض کر لیتے ہیں کہ یہ احساسات کسی طرح بھی فطری نہیں ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ فرد اور معاشرے کی اصلاح اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے جذبے سے دوسرے امور کی طرح ان کی متعلق بھی کوئی رائے قائم کریں، لہٰذا اس بارے میں عقل و منطق کیا حکم عائد کرتی ہے؟ کیا عقل یہ بات قبول کرتی ہے کہ مکمل روحانی سکون اور معاشرتی خوشحالی حاصل کرنے کے لئے تمام حدیں پھلانگ جانی چاہئیں اور سب سماجی پابندیاں اٹھا لینی چاہئیں؟ عقل اور منطق کا تقاضا تو یہ ہے کہ جنسی تعلقات کو فحش قرار دینے والی خرافات اور روایات کے خلاف جنگ لڑی جائے اور آزادی و آزادانہ پرورش کے نام پر (جنسی) خواہش کے لئے پریشان کن، گناہ آلود اور ہیجان انگیز سامان فراہم نہ کیا جائے۔

جدید جنسی اخلاق کے حامیوں کے نظریات

جدید جنسی اخلاق کے علمبرداروں کے نظریات مندرجہ ذیل تین اصولوں پر مبنی ہیں:

۱۔ ہر فرد کی آزادی اس حد تک ضرور محفوظ رہنی چاہئے جہاں تک وہ دوسروں کی آزادی میں مخل نہ ہو۔

۲۔ انسان کی خوشحالی کا راز اس میں موجود تمام صلاحیتوں کی پرورش میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پنہاں ہے، اگر وہ صلاحیتیں اور جذبات سبوتاژ ہو جائیں تو خود پرستی اور اس قسم کی دیگر (نفسیاتی) بیماریاں عود کر آتی ہیں، یعنی بعض خواہشات میں رد و بدل ہوتا ہے تو اس عمل کے دوران میں وہ درہم برہم ہو جاتی ہیں، لہٰذا خوشحال زندگی کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی تمام صلاحیتوں اور خواہشات کی یکساں طور پر پرورش ہو۔

۳۔ قناعت اور سیری سے اشیاء کی طرف انسانی رغبت کم ہوتی ہے، جبکہ ممانعت سے یہ رغبت بڑھتی ہے۔ جنسی مسائل اور ان کے ناخوشگوار نتائج سے مکمل طور پر انسانی توجہ ہٹانے کے لئے واحد صحیح راستہ یہی ہے کہ تمام (جنسی) پابندیاں اٹھالی جائیں اور انسان کو آزادی دے دی جائے، کیونکہ فتنہ پھیلانا، کینہ رکھنا اور انتقام لینا بگڑے ہوئے جنسی اخلاق کی علامتیں ہیں۔

نئے جنسی نظامِ اخلاق کی بنیاد مذکورہ تینوں اصولوں پر رکھی گئی ہے، ہم آگے چل کر ان پر سیر حاصل بحث کریں گے۔

نئے جنسی اخلاق کا تنقیدی جائزہ

قدیم جنسی اخلاق کے بارے میں جدید اخلاقی نظام کے حامیوں کے نظریات اور جنسی اخلاق کی اصلاح کے لئے تجاویز کا ذکر کئے بغیر مذکورہ اصولوں پر بحث کرنا چنداں مفید نہ ہوگا۔

محدود معلومات رکھنے والے لوگ ممکن ہے بحث کریں اور ہمارے موجودہ طریقے کو غیر ضروری اور غیر مفید سمجھیں، لیکن ہمارے خیال میں موجودہ معاشرے میں اس قسم کے مسائل پر بحث کرنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ نہ صرف نامور فلاسفہ اور مفکرین کی توجہ کا مرکز رہے ہیں، بلکہ نوجوانوں کی محفلوں میں بھی زیر موضوع رہے ہیں۔ اکثر نوجوان جن کی فکری صلاحیتیں محدود ہیں اور وہ زیر بحث مسائل کا منطقی تجزیہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، ممکن ہے ان افکار کو پیش کرنے والے فلاسفہ کی شہرت اور شخصیت سے مرعوب ہو کر انہیں سو فیصد درست اور منطقی سمجھ بیٹھیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لہٰذا قارئین کو اس پس منظر سے پوری طرح آگاہ کرنا ضروری ہے کہ جنسی افکار کا جو سیلاب مغرب سے آیا ہے اور ہمارے نوجوان ان افکار کی صرف ابجد سے واقف ہوئے ہیں اور ''آزادی'' اور ''مساوات'' کے خوش نما نعروں سے متاثر ہو کر سینے سے لگائے بیٹھے ہیں، کہاں جا کر رکے گا؟ کب ختم ہوگا؟ یہ راستہ انسانی تباہی پر تو ختم نہیں ہوگا؟ اس کشمکش میں (چاہے اختصار کے ساتھ) ان مسائل پر بحث کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

جنسی اخلاق کی اصلاح کے مدعی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قدیم جنسی اخلاق کے جو اسباب اور سرچشمے تھے اور وہ اب کلی طور پر ختم ہو چکے ہیں یا ختم ہو رہے ہیں، لہٰذا اب جبکہ وہ حالات و اسباب ہی موجود نہیں تو کیوں نہ اس اخلاقی نظام کو بھی خیر باد کہہ دیا جائے جس میں خشکی اور سختی کے سوا کچھ نہیں۔

اس اخلاق کی تخلیق کے باعث ان امور کے علاوہ بعض ایسے جاہلانہ اور ظالمانہ واقعات بھی موجود ہیں جو انسان کی ذاتی حیثیت، مساوات اور آزادی کے منافی ہیں، لہٰذا انسانیت اور مساوات کی خاطر بھی ایسے اخلاقی نظام کے خلاف جنگ کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ مدعی قدیم جنسی اخلاق پیدا ہونے کے جو اسباب گنواتے ہیں، یہ ہیں:

> مرد کی عورت پر حاکمیت، مردوں کا حسد، اپنے باپ ہونے کا اطمینان حاصل کرنے کے لئے مرد کی کوششیں، (یعنی ایک مرد کی بیوی سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے، اس کے بارے میں شوہر کو یہ اطمینان ہو کہ وہی اس کا باپ ہے۔ مترجم) جنسی رابطے کے ذاتاً فحش ہونے کے بارے میں راہبانہ اور درویشانہ نظریات، ماہواری کی وجہ سے عورت کو اپنی ناپاکی کا احساس اور اس مدت میں مرد کی عورت سے کنارہ کشی، انسانی تاریخ میں کی طرف سے عورت کو پہنچنے والی ایذائیں اور آخر کار وہ معاشی اسباب جو عورت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو ہمیشہ سے مرد کا دست نگر بنائے رکھے ہیں۔

جیسا کہ ظاہر ہے یہ عوامل ظلم وستم یا خرافات کا نتیجہ ہیں، چونکہ پہلے پہل زندگی محدود تھی، لہٰذا اس ماحول میں ایسے افکار قبول کر لئے جاتے تھے لیکن اب مرد کی عورت پر حاکمیت ختم ہوچکی ہے۔ جدید طب کی ایجاد کردہ مانع حمل ادویہ سے پدری اطمینان حاصل کر لیا جاتا ہے، لہٰذا اب ضروری نہیں رہا کہ قدیم وحشیانہ طریقہ ہی اپنایا جائے، اب راہبانہ اور مرتاضانہ عقائد دم توڑ رہے ہیں۔ ماہواری کی وجہ سے عورت کو اپنی نجاست کا جو احساس ہوتا ہے اسے (طبی) معلومات بڑھا لینے سے ختم کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ معمول کا جسمانی عمل ہے۔ ایذا رسانی کا دور بھی ختم ہوگیا جو معاشی اسباب عورت کو غلام بنائے ہوئے تھے اب ان کا بھی کوئی وجود نہیں رہا اور آج کی عورت نے اپنا معاشی استحکام حاصل کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں حکومت بتدریج اپنے (سماجی) اداروں کو وسعت دے رہی ہے جو عورت کو دورِ حمل، وضع حمل اور دودھ پلانے کے حمایت کا یقین دلاتے ہیں اور اسے مرد سے بے نیاز کرتے ہیں، اس طرح دراصل باپ کی جگہ خود حکومت لے لیتی ہے۔ حسد کو اخلاقی ورزشوں سے ختم کیا جاسکتا ہے، لہٰذا ان تبدیلیوں کے ہوتے ہوئے قدیم اخلاقی نظام پر پابند رہنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

یہ وہ اعتراضات ہیں جو قدیم جنسی اخلاق پر کئے جاتے ہیں اور انہی دلائل کی موجودگی میں جنسی اخلاق کی اصلاح کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ اس اخلاقی نام کی اصلاح کے لئے کیا تجاویز پیش کی جاسکتی ہیں، لیکن شروع ہی سے ایک بات ذہن میں رکھئے کہ یہ تمام تجاویز قدیم یونانی پابندیوں اور ممانعتوں کا حصار توڑنے کے لئے ہیں۔

سب سے پہلے قابل توجہ بات مردوں اور عورتوں کی آسودہ جنسی زندگی کی آزادنہ کامیابی ہے یا دوسرے لفظوں میں عشق کی آزادی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مرد اور عورت کو نہ صرف شادی سے پہلے لذت بخش آزادانہ جنسی زندگی سے بہرہ ور ہونا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چاہئے، بلکہ شادی کے بعد بھی ان کے اس مقصد میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ شادی اور بیوی کے انتخاب کا فلسفہ (اور مقصد) یہی ہے کہ مرد کو اس بیٹے کی نسبت اپنے باپ ہونے کا اطمینان ہو جو ایک متعین اور مخصوص عورت سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ اطمینان حاصل کرنا ان مانع حمل ادویہ نے سہل کر دیا ہے جو جدید طب نے انسان کو عطا کی ہیں، لہٰذا ہر عورت اور مرد قانونی شریک حیات کے علاوہ دیگر متعدد عشاق اور معشوقائیں بھی رکھ سکتے ہیں، البتہ اس صورت میں عورت اس بات کی پابند ہے کہ وہ اپنے عاشق سے جنسی اختلاط کرتے وقت مانع حمل ادویات استعمال کرے، تاہم جب اسے اولاد کی خواہش ہو تو وہ اپنے قانونی شوہر سے ''فائدہ'' اٹھائے۔

''جنسی کمیونزم'' صرف اسی لئے قابل عمل نہیں کہ اس میں والدین اور اولاد کا نسلی رابطہ منقطع رہتا ہے، انسان نسلی اعتماد کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ہر باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے اپنے بیٹے کی شناخت ہو، اسی طرح ہر بیٹا بھی یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کا باپ کون ہے۔

شادی اور قانونی شریکِ زندگی کے انتخاب کا یہی فلسفہ ہے، (زوجین کے) جنسی تعلق کو یہیں تک محدود رہنا چاہئے۔ مذکورہ طریقے سے نسلی رابطہ محفوظ رکھنے کے بعد مزید کسی پابندی کی ضرورت نہیں رہتی۔

بقول رسل (مانع حمل) وسائل کی موجودگی نے تولید کو اختیاری بنا دیا اور اسے بائیولوجک تعلقات (اختلاط کے نتیجے میں بیٹے کی غیر اختیاری پیدائش) سے بچ نہ سکنے والی صورت سے خارج کر دیا ہے۔ متعدد ایسے معاشی دلائل پائے جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ باپ اپنی اولاد کی تربیت کو نسبتاً کم اہمیت دے گا، لہٰذا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ماں اپنی اولاد کا ہونے والا باپ اس مرد کو چنے جس کی رفاقت اور محبت اس میں رچی بسی ہے۔

کل کی ''ماں'' اپنی خوشحال زندگی کو گزند پہنچائے بغیر شاید یہ ذمہ داری قبول

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نہ کر سکے، لیکن مردوں کے لئے اپنی اولاد کی ماں کا انتخاب بہت آسان اور سادہ ہوگا۔ جو لوگ میری طرح یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جنسی تعلقات صرف اسی وقت سماجی (اور قابل تجدید) مسئلہ بنتے ہیں، جب بچہ پیدا ہو جائے تو انہیں میری طرح یہ دو نتائج بھی اخذ کرنے چاہئیں، پہلا عشق بچے کے بغیر آزاد ہے اور دوسرا، بچوں کی پیدائش موجودہ نافذ العمل قوانین سے بھی زیادہ سخت قوانین کے تحت ہونی چاہئے۔[1]

رسل اور انسانی نسل کی بہبود کا مسئلہ

بعد میں رسل ایک دوسرے سماجی مسئلے ''نسل انسانی کی فلاح و بہبود'' کا حل پیش کرتا ہے، وہ کہتا ہے:

> جنسی تعلقات ان بنیادوں پر استوار ہوں تو معاشرہ صرف انہی مردوں اور عورتوں کو تولید کی اجازت دے سکتا ہے جو مذکورہ شرائط پر پورا اترتے ہوں۔ وہ عورت جس کے پاس تولید نسل کا ''پروانہ'' ہوگا وہ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے نسلاً اور وراثتاً اعلیٰ و ارفع مردوں سے استفادہ کرسکتی ہے، البتہ دوسرے مرد اچھے عشاق ہونے کے باوجود باپ بننے کے حق سے محروم رہیں گے۔[2]

اس طرح رسل اپنی تجاویز اور افکار کو اخلاقیات کا لبادہ پہنا کر پند و نصائح پر اتر آتا ہے، اس کے نظریات کے مطابق قدیم جنسی اخلاق کے اصولوں میں ''حسد'' بھی شامل ہے، لہٰذا وہ عورتوں اور مردوں کو حسد نہ کرنے کی نصیحت کرتا اور کہتا ہے:

> جو طریقہ میں پیش کر رہا ہوں اگرچہ اس میں زوجین کو ایک دوسرے سے وفادار رہنے کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا، لیکن اس کے بدلے میں، میں انہیں حسد چھوڑنے کی ذمہ داری سپرد کرتا

---

[1] زناشوئی و اخلاق صفحہ ۲۲۱

[2] زناشوئی و اخلاق صفحہ ۳۲۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوں۔ نفس پر قابو پائے بغیر ہوشیارانہ زندگی ممکن نہیں، لہٰذا بہتر ہے کہ ہم حسد ایسے شدید اور مزاحمت کرنے والے جذبے پر قابو پائیں اور اسے عاشقانہ جذبات کی نشوونما میں حائل نہ ہونے دیں۔ قدیم اخلاق اس لئے غیر موزوں نہیں ہے کہ وہ نفس کشی کی تجویز پیش کرتا ہے، بلکہ اس کی نامعقولیت نفس کے استعمال کے بارے میں ہے۔

رسل یہ کہنا چاہتا ہے کہ قدماء اخلاقی نقطہ نظر سے نفس کشی کی نصیحت کرتے تھے اور میں بھی اس کی تلقین کرتا ہوں، لیکن میں (رسل) جنسی معاملات میں ''حسد'' کو جسے ''غیرت'' کا نام دیا گیا ہے، ختم کرنے کی تجویز پیش کرتا ہوں۔ جب بیویاں دوسروں سے عشق کرتی ہیں تو شوہروں کو غضبناک ہونے کی بجائے ان مردوں کا شکر گزار ہونا چاہئے جو ان کی ''محبوب'' بیوی کو خوش وخرم رکھے ہوئے ہیں۔

رسل مزید لکھتا ہے:

تولید صرف شادی کے ذریعے ہی ہونی چاہئے، باقی طریقوں کو مختلف ذرائع سے ناقابلِ استعمال بنانا چاہئے، تاہم شوہروں کو بھی (اپنی بیویوں کے) عشاق سے اس حد تک تو چشم پوشی سے کام لینا چاہئے جس قدر مشرقی لوگ اپنے مخنث غلاموں (خواجہ سرا وغیرہ) سے لیتے تھے۔ البتہ طریق کار کی بنیادی خرابی وہ عدم اطمینان ہے جو ایک طرف مانع حمل طریقوں سے اور دوسری طرف بیویوں پر اعتماد سے (کہ وہ اپنے عشاق سے حاملہ ہو کر اس کا عامل اپنے شوہر کو ٹھہرا دیں) پیدا ہو سکتا ہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مشکلات بھی دور ہو جائیں گی۔

انسانی نسل کی ''فلاح'' کے لئے یہ تجاویز یہیں ختم نہیں ہو جاتیں، بلکہ رسل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے سترِ عورت، محارم کے ساتھ شادی کی ممانعت، فحش تصاویر شائع کرنے، مشت زنی، ہم جنس پرستی اسقاط حمل اور ماہواری کے دنوں میں جنسی اختلاط کے مسائل پر بھی بحث کی ہے۔ اس نے سترِ عورت اور فحش تصاویر کی اشاعت پر پابندی کو شدید ہدفِ تنقید بنایا ہے اور مشت زنی وغیرہ کو اخلاقی مسائل سے خارج کر کے اسے ایک طبی مسئلہ قرار دیا ہے۔ اگر طب بھی اسے ناجائز قرار دے تو جس شخص کو اپنی صحت و سلامتی درکار ہو وہ اسے ترک کر سکتا ہے، البتہ اس میں کوئی اخلاقی پابندی نہیں ہے۔

اب ہم جنسی اخلاقی نظام کے ان اصولوں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، بعد میں ہم جنسی اخلاق کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کی بھی وضاحت کریں گے جو قدیم و جدید جنسی اخلاق پر مغربی نظریات سے قطعی مختلف ہے۔ اس تقابل سے ایک بار پھر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مغرب نے سماجی فلسفے میں ٹھوکریں کھائی ہیں اور انسانیت کی بھلائی کی صلاحیت صرف مذہب اسلام میں ہے۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ مغرب اپنی چکا چوند صنعتی اور علمی ترقی کے باوجود ہمیشہ کی طرح زندگی کا فلسفہ 'مشرق' سے سیکھے۔

جدید جنسی نظام کے اصولوں کا جائزہ لینے سے پہلے ان کا اعادہ ضروری ہے:

۱۔ ہر فرد کی آزادی قابل احترام ہے اور محفوظ رہنی چاہئے، بشرطیکہ وہ دوسروں کی آزادی میں مخل نہ ہو، دوسرے لفظوں میں آزادی کو آزادی کے بغیر محدود نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ انسانی خوشحالی کا راز اس کی فطری صلاحیتوں اور جذبوں کی تربیت میں پوشیدہ ہے، خودغرضی اور ذہنی پریشانی ایسے عوارض، خواہشات بالخصوص جنسی خواہشات کی عدم آسودگی کے مظہر ہیں اور خواہشات میں انتشار ان کی ناآسودگی کی علامت ہے۔

۳۔ ممانعت اور محدودیت سے انسان میں ترغیب و تحریص کی آگ تیز تر ہو جاتی ہے اور وہ مزید مشتعل ہو جاتا ہے، لیکن جب خواہش کی تکمیل ہو جائے تو رغبت کم ہو جاتی ہے اور طبیعت میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے۔ جنسی مسائل سے انسان کی توجہ مستقل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طور پر ہٹانے کے لئے اور جنسی بیماریوں کے تدارک کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ تمام جنسی پابندیاں ختم کر دی جائیں۔

ہم مذکورہ بالا تینوں اصولوں کو علی الترتیب فلسفی، تربیتی اور نفسیاتی کہہ سکتے ہیں، یہ اصول ان مفکرین کے افکار سے ماخوذ ہیں جو اس اخلاقی نظام کی حمایت کرتے ہیں، البتہ ممکن ہے ان کے ہاں ان اصولوں کے بارے میں وہ ترتیب اور تفصیل نہ پائی جائے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔

پہلا اصول.....آزادی

جدید اخلاقی نظام کے حامی مذکورہ اصول پر بہت زور دیتے ہیں ان کے نزدیک فرد کے حقوق کی آزادی کی یہی اصل بنیاد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جنسی مسائل کا تعلق کسی طرح بھی معاشرے سے نہیں، ان کے بقول کسی فرد کی جنسی آزادی دوسروں حقوق کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ صرف باپ اولاد کی ''نجابت'' اور ''اطمینان'' کے معاملے پر شوہر کے حق کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور ضروری ہو جاتا ہے کہ بیوی اپنے قانونی شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے حاملہ ہونے سے اجتناب کرے۔ جب تک مانع حمل طریقے ایجاد نہیں ہوئے تھے مرد کا یہ حق محفوظ رکھنے اور اپنے شوہر کے تئیں وفادار رہنے کے لئے بیوی کو اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنی پڑتھی، لیکن اب مانع حمل طریقوں کے ہوتے ہوئے ایسی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔

یہاں دو باتوں کا تجزیہ ضروری ہے، ایک یہ کہ آزادی کو دوسروں کی آزادی اور اس کے احترام کے بغیر محدود نہیں کیا جاسکتا، دوسرا یہ کہ جنسی تعلق کا باپ اور اولاد کی نجابت و اصالت کے حالے سے سماج، عام زندگی اور معاشرتی حقوق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

پہلی بات.....آزادی کی تشریح:

پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ وہ آزادی جسے انسان کا مسلمہ حق کہا جا رہا ہے، کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کئی مغربی فلاسفہ کے نظریئے کے برخلاف جو چیز آزادی کے حق اور اس کے احترام کی بنیاد قرار پاتی ہے وہ فرد کا ارادہ، خواہش اور میلان نہیں بلکہ وہ صلاحیت اور جذبہ جو خدا نے ترقی کے مدارج طے کرنے اور تکمیل کے لئے اسے عطا کیا ہے۔ انسانی ارادہ اسی وقت قابل احترام ہوسکتا ہے جب وہ ان ارفع اور مقدس صلاحیتوں اور جذبوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو جو انسانی فطرت میں موجود ہیں اور وہ ان کو ترقی اور خوشحالی کی طرف لے جائے۔ اگر ارادہ انسان کو تباہی اور پستی کا راستہ دکھائے اور اس کے پوشیدہ جذبات اور صلاحیتوں کو مجروح کرے تو وہ قابل احترام نہیں ہوسکتا۔ ہم آگے چل کر آزادی کے مسئلے پر تفصیلاً لکھیں گے، فی الحال یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ خیال کر لینا سنگین غلطی ہوگی کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے، اسے میلان، خواہش اور ارادہ ودیعت کیا گیا ہے، لہٰذا اس کے رجحانات کا احترام ہونا چاہئے، البتہ ان رجحانات کو دوسرے لوگوں کی خواہشات سے متصادم ہوکر ان کی آزادی کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ آزادیاں اور دوسروں کے حقوق (کے پاس) کے علاوہ خود فرد کی اعلیٰ مصلحتیں بھی اس کی آزادی محدود کرسکتی ہیں۔

اخلاق پر سب سے کاری ضرب آزادی کے نام پر اور آزادی کے اسی غلط مفہوم کے ذریعے لگائی گئی ہے۔

جب جناب رسل سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا آپ خود کو ان دو میں سے کسی ایک اخلاقی نظام کا پابند پاتے ہیں؟ تو وہ فرماتے ہیں:

ہاں، لیکن سیاست کو اخلاق سے الگ کرنا مشکل ہے، میرے خیال میں علم الاخلاق یوں پیش کیا جانا چاہئے، فرض کریں زید ایک کام کرنا چاہتا ہے جو اس کے اپنے حق میں تو مفید ہے لیکن اس کے پڑوسیوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس طرح زید اگر اپنے پڑوسیوں ے لئے کوئی مشکل پیدا کر دے تو وہ سب اکٹھے ہوکر اس کی مخالفت کریں گے، اسے ناجائز فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ نے دیکھا کہ یوں ہمارا کام ایک واردات پر ختم ہوا، لہٰذا یہ ایک مکمل منطقی اور عقلی مسئلہ ہے۔ میرا اخلاقی کردار افراد کے ذاتی اور مشترکہ مفادات میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔[1]

عملاً ایسے اخلاق کی مثال افلاطون کی جمہوریہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ رسل اخلاق میں مقدسات کو تسلیم نہیں کرتا، نہ ہی اس کے ہاں ایسے تصورات کا سراغ ملتا ہے جنہیں انسان اپنی ذاتی مادی اغراض سے برتر سمجھ سکے اور ان کی خاطر اپنے ارادے اور خواہش کو محدود کر سکے۔ وہ ایسے اخلاق کو ''ٹابو'' (TABOO) کہتا ہے۔ اس کے ہاں واحد مقدس خواہش ارادے اور میلان کی آزادی ہے اور وہ ارادے و خواہش کی یہ آزادی صرف اسی صورت میں محدود کرتا ہے جب مخالف سمت سے دوسروں کی خواہشات سے تصادم کا خطرہ ہو۔

اس کے بعد رسل اس مشکل میں پڑ جاتا ہے کہ اس صورت حال میں وہ کونسی قوت ہے جو انسانی آزادی کو محدود کرتی ہے؟ اور اسے دوسروں کی آزادیوں کے مقابلے میں اعتراف و احترام پر مجبور کر سکتی ہے؟ اس کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی مخالفت کی اجتماعی وقت، جب میں اپنے مفادات کی خاطر دوسرے لوگوں کے مفادات خطرے میں ڈالتا ہوں تو وہ لوگ اپنے مفاد کے تحفظ کی خاطر باہم اتفاق کر کے میرا راستہ روکیں گے اور میں مجبوراً سر جھکا لوں گا اور اپنے ذاتی مفادات کو مشترکہ مفادات کے ساتھ ہم آہنگ کر دوں گا۔

اس طرح رسل یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ اس کے ذاتی مفادات، اجتماعی حقوق کے پاسبان ہیں، یہیں رسل کا اخلاقی فلسفہ واضح ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے ہم اس فلسفے سے یہی فرض کریں گے کہ افراد اور معاشرہ طاقت ور ہیں اور تجاوز کرنے والے کے خلاف متحد ہو جاتے ہیں، پھر بھی ایک کمزور فرد ہمیشہ (اپنے

---

[1] جہانی کہ من می شناسم، صفحہ ۴۶ تا ۵۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مفادات کے لئے) اکثریت کے مفادات کے خلاف قدم اٹھاتا ہے، ایسی صورت میں رسل کے مفروضات یقیناً درست ثابت ہوں گے لیکن کیا افراد اور گروہوں کی طاقت ہمیشہ متوازن رہی ہے؟ جن لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے کیا وہ ہر بار متحد ہو جاتے ہیں؟ کیا ہمیشہ فرد(واحد) نے اکثریت کے مفادات کے خلاف قدم اٹھایا ہے؟ تجاوز کرنے والے کو جب تک اپنی طاقت اور قدرت پر بھروسہ نہ ہو وہ تجاوز نہیں کرسکتا۔

رسل کا مجوزہ اخلاق صرف کمزوروں کو یہ نصیحت کرسکتا ہے کہ وہ طاقتوروں سے ڈریں اور ان کے حقوق کا خیال رکھیں۔ اس اخلاق میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ ان طاقتوروں کو جو کمزوروں کے خلاف محاذ قائم کر لیتے ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ کمزوروں کے اعتراض کا جواب اپنی جابرانہ قوت سے دے سکتے ہیں، یہ نصیحت کر سکے کہ وہ زیادتی کرنا چھوڑ دیں۔ اس فلسفے کے مطابق طاقتوروں کا یہ قدم غیر اخلاقی نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنے ذاتی مفادات کو اجتماعی مفادات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ رسل کا یہ اخلاقی فلسفہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کی بہترین مثال ہے اور ڈکٹیٹرشپ کے لئے خوب راہ ہموار کرتا ہے۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ رسل خود تو تمام عمر کمزوروں کے حقوق کی حمایت اور آزادی کا نعرہ لگاتا رہا، لیکن اس کا فلسفہ ڈکٹیٹرشپ کے ہاتھ مضبوط کرتا ہے۔ رسل کے علاوہ بھی ہم کئی مغربی فلاسفہ کو جانتے ہیں جن کی عملی زندگی اپنے ہی پیش کردہ نظریات سے مختلف تھی۔

دوسری بات.....خاندان کی تشکیل کے عمومی اور خصوصی پہلو:

شادی اور خاندان کی تشکیل کے انفرادی اور خصوصی پہلو کیا ہیں؟ اور اجتماعی اور عمومی پہلو کیا ہیں؟ بلاشبہ شادی میں ذاتی لذت اور مسرت موجود ہے، شریک حیات کے انتخاب کے پیچھے زندگی سے مزید لطف اندوز ہونے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ کیا جب دو فرد یعنی شوہر اور بیوی مشترکہ طور پر ایک خوشحال اور پرمسرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زندگی تشکیل دینا چاہتے ہیں تو کیا یہ بہتر اور معقول نہیں کہ کنبے کو خوشی اور آسودگی مہیا کرنے والا ادارہ رہنے دیا جائے اور تمام کوششیں اسی ادارے سے مزید لذت حاصل کرنے کے لئے صرف کی جائیں، جبکہ باقی سرگرمیوں کے لئے کنبے سے باہر معاشرے کو میدان عمل بنایا جائے؟ یا اس کے برعکس یہ مناسب ہے کہ جنسی آسودگی اور لذت کنبے کی بجائے بیرونی ماحول سے حاصل کی جائے؟ کیا اس طرح گلی کوچوں، سڑکوں، دکانوں، کلبوں، پارکوں غرض ہر جگہ نظری اور لمسی جنسی آسودگی کا سامان مہیا نہیں ہوگا۔

اسلام پہلے طریقے کو پسند کرتا ہے اور اسی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام نے اس بات کی سخت تاکید کی ہے کہ گھر کا ماحول مکمل طور پر ازدواجی کامیابی کے لئے تیار ہونا چاہئے، اس میں کوتاہی برتنے والے شوہروں اور بیویوں کی اسلام نے صریحاً مذمت کی ہے۔ اسلام نے اس امر پر بھی زور دیا ہے کہ بیرونی معاشرہ صرف میدان عمل ہونا چاہئے اور وہاں سے ہر قسم کی جنسی آسودگی (کی تلاش) سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اسلام میں نظر بازی کی ممانعت، کسی عورت سے ناجائز طریقہ سے جنسی تسکین حاصل کرنے کی حرمت اور دوسرے لوگوں کے لئے عورت کو بناؤ سنگھار سے منع کرنے کا فلسفہ اسی مقصد کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

لیکن مغربی ممالک نے جن کی ہم اندھی تقلید کر رہے ہیں، دوسرا راستہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے گھر سے باہر جنسی آسودگی ڈھونڈنے کا جو جرم کیا ہے وہ اس کی سزا بھی بھگت رہے ہیں، حالانکہ اب وہاں کے مفکرین اس کے خلاف چیخ رہے ہیں۔ جب مغرب والے بعض کمیونسٹ ملکوں کو ان قباحتوں پر قابو پاتا اور معاشرہ میں نوجوانوں کی صلاحیتیں ضائع ہونے سے بچاتے دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔

اگر ہم زندگی میں خوشی اور لذت کا شہوانی افعال کے تابع خیال کریں اور یہ فرض کرلیں کہ جو شخص زیادہ کھاتا، زیادہ سوتا اور زیادہ مباشرت کرتا ہے اس کے حصے میں زیادہ خوشی آتی ہے یا دوسرے لفظوں میں انسان کی لذت آفریں صلاحیتوں (جو حیوانات میں بھی ہوتی ہیں) اور پریشانیوں کے اسباب کو محدود سمجھیں تو یقیناً جنسی آسودگی خاندان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے معاشرے کی طرف منتقل کرنے سے زیادہ لذت اور مسرت حاصل ہوگی۔

لیکن اگر ہم یہ تصور کرسکیں کہ عورت اور مرد کی ذہنی مفاہمت اور ان کے پر خلوص جذبات جو بڑھاپے کے ان دونوں میں بھی برقرار رہتے ہیں، جب جنسی جذبات فعال نہیں رہتے تو زندگی کی قدر و قیمت مزید بڑھ جاتی ہے اور اگر ہم یہ بھی سوچ سکیں کہ ایک مرد اپنی قانونی اور وفادار بیوی کی صحبت سے جو لذت حاصل کرتا ہے وہ ہر جائی عورت کی صحبت سے حاصل ہونے والی لذت سے قطعاً مختلف ہے، تو ہمیں یہ باور کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہوگی کہ زیادہ خوشی اور سکون حاصل رکنے کے لئے ضروری ہے کہ فرد کے نجسی جذبات کو اس کی قانونی بیوی تک ہی محدود کردیا جائے، یعنی خاندان کو جنسی آسودگی کے حصول اور بیرونی ماحول کو کام کاج کے لئے مخصوص رہنے دیا جائے۔

شادی کے معاشرتی پہلوؤں کی بھی بہت اہمیت ہے، شادی کا مقصد صرف ہم صحبت ہوکر زیادہ سے زیادہ لذت حاصل کرنا نہیں بلکہ شادی اور خاندان کی تشکیل کا مقصد آنے والی نسل کا خیر مقدم کرنے کے لئے ادارہ قائم کرنا ہے۔ آئندہ نسلوں کی خوشحالی کا دارومدار خاندان کی اجتماعی حالت پر ہوگا، اسی لئے قدرت کے توانا ہاتھوں نے آنے والی نسلوں کی بقاء اور تربیت کے لئے ایک طرف بیوی اور شوہر کے درمیان مضبوط تعلق خاطر اور دوسری طرف والدین اور اولاد میں محبت کے جذبات پیدا کئے ہیں۔

خاندانی اجتماعی جذبات کی نشوونما خاندانی ماحول ہی ہوسکتی ہے۔ فطری اور طبیعی ماحول کی حرارت بچے کی روح کو کئی سو درجے نرم دل باپ اور رحم دل ماں بناتی ہے۔

جب ہم دو افراد کے جذبات ایک دوسرے کے لئے برانگیختہ کرنا چاہیں تو کہتے ہیں کہ قوم کے سارے افراد بھائی بھائی ہیں یا انسانی معاشرے کے سب افراد اہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں مومنوں کے پاک ایمانی جذبات کو برادرانہ جذبات سے تشبیہ دی گئی ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ مومن سب بھائی ہیں۔[1]

برادرانہ جذبات صرف رستہ داری اور ہم خون ہونے تک ہی محدود نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ دو بھائی ایک محبت آمیز ماحول میں تربیت پائیں۔ برادرانہ جذبات جو خاندان کی آسودگی اور خلوص کا مظہر ہوتے ہیں اگر ختم ہو جائیں تو کیا معاشرے کے افراد ایک دوسرے کی نسبت ذرہ برابر بھی حساس رہیں گے؟

کہتے ہیں یورپ میں انصاف بہت پایا جاتا ہے، لیکن وہاں جذبات بہت کم ہیں، حتیٰ کہ بھائیوں، والدین اور اولاد کے درمیان بھی اخوت و محبت کے جذبات کم ہی پائے جاتے ہیں، لیکن مشرق میں ایسا نہیں ہے۔

کیوں؟ اس لئے کہ اس قسم کے احساسات و جذبات صرف خاندان کے پر خلوص ماحول میں ہی پرورش پاسکتے ہیں۔ مشرق کے شوہروں اور بیویوں کے درمیان جو خلوص اور ذہنی ہم آہنگی پائی جاتی ہے وہ یورپ کے شوہروں اور بیویوں میں مفقود ہے، کیونکہ وہاں جنسی جذبات اور تعلقات میں بیوی تک ہی محدود نہیں رہے، بلکہ ہر شخص غیر محدود طور پر بیرونی ماحول سے بھی نظری اور لمسی جنسی آسودگی حاصل کرسکتا ہے۔

دوسرا اصول... انسان کی فطری صلاحیتوں کی پرورش ضروری ہے

صلاحیتوں کی پرورش کے اصول کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ فرد کے لئے خوشحال کن اور معاشرے کے لئے مفید پرورش وہ ہے جو انسان کی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرے اور نتیجہ خیز بنائے۔

صلاحیتوں اور جذبوں کی نشوونما جہاں فرد کے لئے بھرپور خوشیوں کا سبب بنتی ہے وہاں انسان کے ذہنی اور روحانی توازن کو بھی برقرار رکھتی ہے اور سکون مہیا کرتی ہے جس کے نتیجے میں معاشرے میں بھی امن و سکون بحال رہتا ہے، لیکن اس کے برعکس یہ جذبات دبانے سے ہزار پریشانیاں، الجھنیں اور جرائم پیدا ہوتے ہیں۔

---

[1] سورۂ حجرات: ۱۰

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(مغربی فلاسفہ) کہتے ہیں کہ چونکہ قدیم جنسی نظام اخلاق ایک فطری جذبے یعنی جنسی خواہش (یا اس کے لئے موزوں نام ''عشق'' ہے) کی نشوونما میں مانع ہے اور عشق کو برا سمجھتا ہے، لہٰذا قابل مذمت ہے۔ جدید نظریہ اخلاق چونکہ عشق کی آزادی اور احترام کا علمبردار ہے اور جنسی جذبات کی نشوونما میں مانع نہیں ہے، لہٰذا آج کل اس کی پذیرائی ہو رہی ہے۔

اس اصول کا مکمل جائزہ لینے کے لئے مندرجہ ذیل موضوعات پر بحث کرنا بھی ضروری ہے:

۱۔ کیا اسلامی فلسفہ اخلاق فطری جذبات کی نشوونما میں مانع ہے؟

۲۔ نفس کشی سے کیا مراد ہے؟

۳۔ جدید جنسی اخلاقی نظام فطری جذبوں کی نشوونما میں مانع ہے اور خواہشات کے انتشار کا سب بڑا سبب ہے۔

۴۔ اخلاق کا معاشی اور سیاسی جمہوریت کا تصور۔

۵۔ جنسی اخلاق کا معاشی اور سیاسی اخلاق کے ساتھ تقابل۔

۶۔ محرومی اور شوق۔

۷۔ عشق کے نقطہ نظر سے شخصیت کی نشوونما۔

۱۔ کیا اسلامی فلسفہ اخلاق فطری جذبات کی نشوونما میں مانع ہے؟

ہمیں اس اصول سے اتفاق ہے کہ فطری جذبات کی پرورش ہونی چاہئے اور انہیں دبانا نہیں چاہئے۔ دوسرے لوگوں نے ان جذبات کی نشوونما کر کے جو اچھے نتائج اور انہیں دبا کر جو برے نتائج دیکھے ہیں، ممکن ہے وہ ان کے پیش نظر فطری جذبات کی پرورش کی نصیحت کرتے ہوں لیکن ہم ''لمی'' نقطہ نظر سے بھی اس اصول پر استدلال کریں گے۔

ہمارے نزدیک خدا نے جسم کا کوئی عضو بے کار پیدا نہیں کیا نہ ہی کسی ذہنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صلاحیت کو غیر مفید رکھتا ہے، جس طرح بدن کے تمام اعضاء کی حفاظت ضروری ہے اور انہیں غذا ملنی چاہئے، اسی طرح ذہنی اور روحانی صلاحیتوں کی نگہداشت بھی لازمی ہے اور انہیں بھی وافر مقدار میں خوراک فراہم کرنی چاہئے تا کہ ان کی نشوونما ہو سکے۔

بالفرض ہمیں نتائج کے حوالے سے ان صلاحیتوں اور جذبوں کی نشوونما کرنے اور انہیں دبانے کا پتہ نہ بھی چلتا تو ''معرفت خدا'' اس اصول کی طرف رہنمائی کر دیتی۔

جیسا کہ آج سے تقریباً سو سال پہلے ابھی ان جذبات کی پرورش کے خوشگوار نتائج اور انہیں دبانے کے ناخوشگوار آثار واضح نہیں ہوئے تھے تو دانشور، بدن کے اعضاء کی حفاظت اور نفسانی قوتوں کو بے کار نہ چھوڑنے کی نصیحت کرتے تھے۔

لہٰذا صلاحیتوں اور جذبوں کی نشوونما کی ضرورت میں کوئی شک نہیں، بلکہ پرانے زمانے سے اس مقصد کے لئے مجوزہ لفظ ''تربیت'' کا مفہوم نہیں ہے، لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے کہ جذبوں کی پرورش کرنی چاہئے یا نہیں؟

بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ فطری جذبوں کی پرورش کا وہ کون سا صحیح طریقہ ہے جو کسی طرح بھی انتشار، بدنظمی اور خلل پیدا نہ کرے؟

جنسی صلاحیت سمیت تمام فطری صلاحیتوں کی نشوونما صرف اسلامی ضابطہ حیات ہی پر عمل پیرا ہو کر ممکن ہے اور اس ضابطے سے انحراف جہاں ایک طرف اس صلاحیت کو دبانے کے مترادف ہے، وہاں وہ ذہنی انتشار اور بدنظمی کا سبب بھی بنتا ہے۔

اب اسلامی فلسفہ اخلاق و تربیت پیش خدمت ہے:

بعض کوتاہ اندیشوں کا خیال ہے کہ اسلامی نظریہ اخلاق و تربیت، جذبوں کی نشوونما میں مانع ہے اور اس کی بنیاد ان صلاحیتوں کو دبانے پر رکھی گئی ہے، دراصل ان کوتاہ بینوں نے ''اصلاح نفس'' اور ''تزکیہ نفس'' کی اسلامی اصطلاحات کو غلط رنگ دیا ہے۔ قرآن میں کئی قسمیں کھانے کے بعد سخت تاکید سے کہا گیا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جس نے اپنے نفس کو پاک کیا بلا شبہ اس نے نجات پائی ہے۔[1]

اس آیت کی رو سے قرآن حکیم انسانی ضمیر کی آلودگی ممکن سمجھتا ہے، ان آلائشوں کو دور کرنے کا اختیار بھی خود اسی شخص کے ہاتھ میں دیتا ہے، نیز اس کی تطہیر ضروری قرار دیتا ہے، کیونکہ وہ موجب فوز وفلاح ہے۔

مذکورہ تینوں نکات سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بلکہ کوئی بھی ایسا مکتب نہیں ہے جو انسانی ضمیر اور روح کو کسی قسم کی آلودگی سے پاک قرار دے اور پھر اس کی پاکیزگی کے لئے نصیحت نہ کرے۔ انسانی ضمیر میں بھی دوسرے جسمانی اعضاء کی طرح خلل واقع ہو سکتا ہے۔ انسان اپنے ذہنی انتشار اور ضمیر کی آلودگی سے جس قدر رنج اٹھاتا ہے، بیرونی محرکات اور دوسرے انسانوں سے نہیں اٹھاتا۔

انسانیت کی فلاح طہارت نفس اور توازن کے بغیر ممکن نہیں ہے اور قرآن نے تزکیہ نفس کی جو اصطلاح استعمال کی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ایک اور جگہ پر نفس انسانی کو ''اَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ''[2] بدی کا حکم دینے والا کہا گیا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن کریم کی نظر سے انسانی نفسانیت شر انگیز ہے؟

اگر قرآن اصولی طور پر انسانی نفسانیت و ذاتاً شریر قرار دیتا ہے تو لامحالہ اس کے عملی فلسفہ میں ایسے شریر عنصر کی پرورش بھی ذاتاً جرم ہے، لہٰذا نفس کو ہمیشہ کمزور، ناتوں اور دبا کر رکھنا چاہئے، اس کی نشوونما اور سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنی چاہئے بلکہ اسے بالکل ہی مار دینا چاہئے یا قرآن کریم کے نقطہ نظر سے نفسانی فطرت بالذات شریر نہیں ہے بلکہ خاص حالات اور محرکات کے باعث شر پر اکساتی ہے، یعنی قرآن نظریاتی طور پر نفسانی فطرت کے بارے میں بدگمان نہیں ہے اور اسے شر وفساد کا منبع نہیں سمجھتا۔

---

[1] سورۂ الشمس: ۹

[2] سورۂ یوسف: ۵۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنے عملی فلسفہ میں وہ اس کے لئے جو طریقہ تجویز کرتا ہے وہ اس کو ختم کرنا یا کمزور رکھنا یا ہیجان کے مواقع فراہم نہ کرنا ہے۔

نفسانی قوتوں کی سرکشی کے اسباب:

اس صورت میں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نفسانی قوتوں میں سرکشی اور اضطراب پیدا کرنے کے کون سے عوامل ہیں؟ اور ان پر قابو پانے کا کیا طریقہ ہے؟ ہم یہاں ان دونوں سوالات کا جواب دینے کو کوشش کرتے ہیں۔

کوتاہ اندیشوں نے یہ دیکھا کہ اسلام نے نفس کو ''بدی کا حکم دینے والا'' قرار دیا ہے تو انہیں مجموعی طور پر اسلامی نظامِ اخلاق وتربیت پر یہ الزام عائد کرنے کا موقع مل گیا کہ اسلام انسان کے فطری جذبوں اور صلاحیتوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا اور نفس کا بالذات شرانگیز اوراس کی پرورش کو گناہ قرار دیتا ہے۔

لیکن سوچ کا یہ انداز بالکل غلط ہے، اسلام (قرآن) نے اگر ایک مقام پر نفس کو ''اَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ'' کہا ہے تو دوسری جگہ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؁[1] بھی کہا ہے یعنی وہ خود کو برائی کے ارتکاب پر ملامت کرتا ہے۔ ایک اور مقام پر اسے النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ؀[2] یعنی آرام پانے ئ والا بھی قرار دیا گیا ہے۔

ان سب باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ قرآنی نقطہ نظر سے نفس انسانی کے مختلف مراحل (ہوسکتے) ہیں۔ وہ ایک مرحلے پر برائی کا حکم دیتا ہے، دوسرے مرحلے میں وہ مطمئن و پرسکون ہوجاتا ہے اور دوبارہ برائی کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

پس اسلام نظریاتی طور پر نفس انسانی کو بالذات شرانگیز سمجھتا ہے نہ اپنے عملی فلسفہ میں ہندی، کلبی، مانوی یا عیسائی فلسفہ اور نظام تربیت کی طرح نفسانی قوتوں کو ختم کردینے یا کم ازکم تکلیف دہ ریاضتوں سے انہیں محبوس کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام

---

[1] سورۂ قیامہ:۲

[2] سورۂ الفجر:۲۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے عملی احکام سے یہی چیز واضح ہوتی ہے۔

قدیم زمانے میں اس بات پر ضرور شک و شبہ پایا جاتا ہوگا کہ انسانی نفس بعض مخصوص حالات اور مقامات میں واقعی برائی کا حکم دیتا ہے، لیکن آج علم نفسیات کی ترقی نے اسے ایک تسلیم شدہ حقیقت بنا دیا ہے۔ سب سے حیرت انگیز امر یہ ہے کہ قرآن مجید نے نفس کی نوعیت بیان کرتے ہوئے کبھی یہ نہیں کہا ''داعیہ بالسوء'' یعنی برائی کی دعوت دینے والا، بلکہ امارۃ بالسوء، برائی کا حکم دینے والا کہا ہے۔

قرآن اپنی اس اصطلاح کے ذریعے یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ جب انسان کے نفسانی احساسات فساد کے لئے سر اٹھاتے ہیں تو انسان کو صرف جرائم کی طرف مائل ہی نہیں کرتے بلکہ ایک ڈکٹیٹر اور جابر قوت کی طرح ان پر حکم بھی چلاتے ہیں۔ قرآن اپنی اس اصطلاح کے حوالے سے یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ نفسانی قوتیں اشتعال کی حالت میں انسان کی دیگر تمام اچھی قوتوں پر غالب آجاتی ہیں، یہ وہ راز ہے جو نفسیات کے ماضی کے ادوار میں نہیں کھلا تھا۔

اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بھٹکے ہوئے جذبات (اور وہ بھی پراسرار طور پر) انسان کی شعوری قوتوں پر قابو رکھتے ہیں اور ان پر جابرانہ طور پر حکومت کرتے ہیں اور شعوری قوتوں کا یہ ارادہ لاشعوری طور پر ان کے احکام نافذ کرتا ہے۔

۲۔ نفس کشی سے کیا مراد ہے؟

اب رہا یہ سوال کہ اگر اسلامی فلسفہ اخلاق فطری خواہشات کو ختم کرنے کا حکم نہیں دیتا تو ''نفس کشی'' وغیرہ کی ان اصطلاحوں کا کیا مطلب ہے جو اسلامی اخلاق کے معلمین، بالخصوص صوفیائے اسلام کی تعلیمات میں ملتی ہیں؟ اس سوال کا جواب ہمارے پہلے بیانات ہی سے واضح ہے۔ اسلام نے کبھی یہ نہیں کہا کہ انسانی نفس اور فطری جذبوں کو ختم کر دینا چاہئے، اسلام تو ''نفس امارہ'' کو مارنے کے لئے کہتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ نفس امارہ سرکشی، بغاوت اور شر کی علامت ہے، جو خاص عوامل کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بدولت انسانی ضمیر کا حصہ بن جاتا ہے۔ نفس امارہ کو مارنے کا مطلب یہ ہے کہ نفسانی خواہشات اور نفسانی قوتوں کے پس منظر میں اشتعال اور فتنے کو دبایا جائے۔ اشتعال فرو کرنے اور اس اشتعال کی محرک قوت کو ختم کرنے میں فرق ہے، اشتعال فرو کرنے سے خواہ وہ اجتماعی اشتعال ہو یا نفسیاتی، یہ لازم نہیں آتا کہ ان افراد اور قوتوں کو ختم کر دیا جائے جو افراد اور قوتوں کو فتنہ انگیزی پر اکساتے ہیں۔ بعد میں ہم اس پر بھی بحث کریں گے کہ اس قسم کی ''نفس کشی'' کبھی نفس کی مرضی کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی اس کی مخالفت سے!

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہمیں اپنی اسلامی اصطلاحات میں کہیں بھی ایسے الفاظ نہیں ملتے جن کا مطلب ''نفس کشی'' ہو، جو اصطلاحات دو تین جگہوں پر استعمال ہوئی ہیں وہ بھی عدم نفس پرستی کا مفہوم ادا کرتی ہیں۔

۳۔ خواہشات اور میلانات میں انتشار:

مسائل کو صرف ایک زاویئے سے دیکھنا اور ان کے دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کرنا کبھی کبھی ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا ہے۔

حالیہ ایک صدی میں نفسیاتی کوششوں اور جدید انکشافات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خواہشات اور میلانات، بالخصوص جنسی رجحانات کو دبانے سے کئی پریشانیاں پیدا ہوجاتی ہیں، لہٰذا یہ اصول بالکل بیہودہ ہے جسے شاید قدیم مفکرین کی اکثریت تسلیم کرتی تھی کہ فطری خواہشات اور میلانات کو جس قدر کمزور بنایا جائے یہ (انسان کی) دوسری بہترین صلاحیتوں بالخصوص اس کی قوت عاقلہ کی نشوونما کے لئے اسی قدر مفید ہے۔ ناآسودہ اور دبائی گئی خواہشات لاشعوری طور پر انفرادی اور اجتماعی نقطہ نظر سے غیر معمولی طور پر انسان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں، فطری خواہشات اور رجحانات کو بہتر طور پر عقل کی نگرانی میں دینے اور ان کے نقصانات سے بچنے کے لئے ممکنہ حد تک کوشش کی جانی چاہئے تاکہ خواہشات کا خون نہ ہونے پائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ماہرین نفسیات نے اکثر اعصابی، نفسیاتی اور اجتماعی بیماریوں کی جڑ محرومیت کا احساس بالخصوص جنسی معاملات میں محرومیت کا احساس بتایا ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ محرومیت واہموں کو جنم دیتی ہے اور یہ اوہام خطرناک طور پر ظلم وستم، تکبر، حسد، تنہائی، گوشہ نشینی اور بدگمانی کی طرف لے جاتے ہیں۔

خواہشات کو دبانے کے نقصانات کے بارے میں مذکورہ بالا اصول، علم نفسیات کا ایک غیر معمولی اور اہم انکشاف ہے، اسے انسان کی عظیم ترین (فکری) کامیابی سمجھنا چاہئے۔

لوگ محسوسات سے انس رکھنے اور انہیں بہتر طور پر سمجھنے کے لئے غالباً ان انکشافات میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہوں جو تکنیکی اور صنعتی شعبوں میں اور بے جان فطری قوتوں کو بروئے کار لاکر ہوتے ہیں اور جو انکشافات نفسیاتی اور روحانی شعبوں میں ہوتے ہیں وہ عوام الناس کی توجہ کا کم مرکز بنتے ہیں، لیکن دانشوروں کے ہاں ان کی اہمیت مسلم ہے۔

اسلاف کے علوم، بالخصوص جو اسلامی آثار وکتب ہم تک پہنچے ہیں ان میں سے بھی اگرچہ کئی ایسے شواہد مل جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں کی مذکورہ حقیقت پر ضرور توجہ مرکوز تھی اور معلمین اخلاق نے عملاً اس سے فائدہ بھی اٹھایا، لیکن اس حقیقت کا علمی طور پر تسلیم کیا جانا اور اس سے متعلق قوانین کا انکشاف حالیہ صدی کا علمی کارنامہ ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ اصول سے کس طرح فائدہ اٹھایا گیا؟

کیا اس اصول سے طبی ایجادات مثلاً پنسلین کی طرح استفادہ کیا گیا؟ افسوس کہ ایک طرف نفسیاتی مسائل کی پیچیدگی اور ہمہ جہتی نے اور دوسری طرف نفسانی خواہشات کے بہر طور بصیرت زائل کرنے میں دخیل ہونے کے باعث اس ''ایجاد'' سے کما حقہ فائدہ نہ اٹھایا جاسکا، بلکہ خود یہ اصول، مخالف سمت میں ایک رابطہ اور حربہ قرار پایا، یعنی اس سے خواہشات کو دبانے اور اس کے خطرناک نفسیاتی اور معاشرتی، بلخصوص

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جنسیاتی مضمرات کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم ہوئے اور نفسیاتی الجھنیں بڑھتی گئیں۔

نفسیاتی بیماریوں مثلاً جنون، خودکشی، وحشیانہ جرائم، ضعف قلب، اضطراب، مایوسی، بدگمانی، حسد اور کینہ وغیرہ کے اعداد وشمار روز بروز کیوں بڑھ رہے ہیں؟ اس لئے کہ خواہشات کے نہ دبانے کا مطلب خواہشات کو کھلی چھٹی دینا ہے اور خواہشات کو کھلی چھٹی دینے کا مطلب تمام پابندیاں ختم کر دینا لیا گیا ہے۔

صدیوں تک شہوت پرستی کے خلاف اس زاویئے سے پروپیگنڈہ ہونے کے بعد کہ یہ اخلاق کے منافی عمل ہے اس سے معاشرتی نظم ونسق خراب ہوتا ہے، ذہنی سکون چھن جاتا ہے اور یہ کہ شہوت پرستی بھی بیماری ہے۔ اچانک تاریخ نے ورق الٹا تو سامنے لکھا تھا کہ شہوت کا تدارک، عصمت و عفت کی حفاظت، اخلاقی اور سماجی پابندیاں قبول کرنا نہ صرف ذہنی سکون برباد کرنے اور اجتماعی نظم ونسق خراب کرنے کے مترادف ہے بلکہ یہ اخلاق اور تہذیب نفس کے بھی خلاف ہے۔

شور اٹھا کہ پابندیاں ختم کی جائیں تا کہ مردم آزاری اور بغض وعداوت کی جڑ کٹ سکے، عصمت وعفت کا تصور مٹایا جائے تا کہ دلوں کو تسکین مل سکے اور معاشرتی انتظام درست رہ سکے، کھلی آزادی کا اعلان کیا جائے تا کہ نفسیاتی بیماریوں کا قلع قمع ہو۔

ایسے مفروضات بظاہر بہت خوبصورت اور دل آویز ہیں اور معاشرتی و اخلاقی برائیوں کی اصلاح کرنے کے بہانے سے اکثر لوگ ان کی حمایت بھی کرتے ہیں، بلخصوص نوجوان کنوارے آزادی کے اس نعرے پر ہم زبان ہیں۔

ہم اپنے ہاں دیکھ رہے ہیں کہ کون لوگ اس نظریئے کہ پشت پر ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ خود کو خواہشات کا سیر بنادیں اور خواہشات کو ہوس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں، مگر اس کے باوجود ہمارا کردار اخلاقی اور انسانی باور کیا جائے اور ہمارا نام سماجی اخلاق کے خوشہ چینوں کی فہرست میں درج ہو۔ ہم خرما وہم ثواب، یہ تلذذ بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے اور خدمت بھی، تن پروری بھی اور تزکیہ نفس بھی، شہوت بھی اور اخلاق بھی۔ بہت خوب، آدمی پری چہروں کی رفاقت سے لطف اندوز ہوتا رہے اور اس کا یہ عمل ''سلوك الی اللہ'' بھی سمجھا جائے۔

اس عمل کا نتیجہ پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا نفسیاتی بیماریاں ختم ہوگئیں؟ کیا اضطراب اور خوف کی جگہ ذہنی سکون نے لے لی؟ افسوس کہ نتائج اس کے برعکس ہیں، بدبختی کے اوپر مزید دبیز تہہ چڑھ گئی۔ جنسی آزادی کے بعض علمبردار زیادہ چالاک نکلے، انہوں نے تاویل وتشریح کر کے اپنی بات واپس لے لی اور کہا کہ معاشرتی قوانین کی پابندی کے بغیر چارہ نہیں ہے، خواہشات کو جنسی تلذذ ہی سے مکمل طور پر آسودہ نہیں کیا جاسکتا، دماغ کو ارفع واعلیٰ فکری اور فنی مسائل کی طرف متوجہ رکھنا چاہئے اور خوہشات کو بلا واسطہ طور پر ان امور کی جانب رہنمائی کرنی چاہئے، فرائیڈ انہی لوگوں میں سے ہے۔

رسل کا مجوزہ جدید نظریہ اخلاق وہی ہے جس سے نتیجتاً خواہشات اور رجحانات میں مزید انتشار پیدا ہوتا ہے۔ وہ لوگ قدیم نظام اخلاق کو ذہنی انتشار کے لئے مورد الزام ٹھہراتے ہیں، حالانکہ یہ الزام خود ان کے پیش کردہ اخلاقی نظام پر عائد ہونا چاہئے۔

موجودہ معاشرے میں یہ احساس واضح طور پر بڑھتا چلا جارہا ہے کہ نوجوان شادی سے کتراتے ہیں اور عورتوں کے لئے حمل، وضع حمل اور بچے کی تربیت ایک نفرت انگیز امر بن گیا ہے۔ عورتیں گھریلو کام کاج میں کم دلچسپی کا اظہار کرتی ہیں، ایسی شادیوں کی مثال جو ذہنی ہم آہنگی کا نمونہ ہوں، ان طبقوں میں کم ہی ملتی ہے جو پرانے نظام اخلاق پر کاربند ہوں۔ اعصابی جنگ روز بروز بڑھتی جارہی ہے اور ناقبل فہم ذہنی انتشار بری طرح محسوس ہوتا ہے۔

بعض لوگ ان مسائل کو جدید صنعتی انقلاب کا ناگزیر لازمہ سمجھ کر واپسی کا راستہ مسدود کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان (مسائل) کا صنعتی زندگی اور آلات زراعت ختم ہوجانے سے کوئی زیادہ تعلق نہیں ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ مسائل فکری انقلاب کا نتیجہ ہیں اور بعض خاص لوگ اس انسانی بدبختی کے ذمہ دار ہیں۔ رسل نے تضاد گوئی سے کام لیا ہے، کبھی وہ جنسی آزادی کی شدید حمایت کرتا ہے (اس کے نظریات پہلے نقل ہو چکے ہیں) اور کبھی مجبوراً اس سلسلے میں کئی سماجی پابندیاں قبول کر لیتا ہے، ہم طوالت کے ڈر سے اس کے ایسے متضاد بیانات درج نہیں کر رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خواہشات کی آسودگی اور انہیں نہ دبانا الگ بات ہے اور جنسی آزادی و اخلاقی پابندیاں اٹھانا دوسری بات۔ خواہشات کی تسکین کرنا عصمت و عفت کے منافی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہی خواہشات کی کافی دیر تک تکمیل کی جاسکتی ہے اور ناروا ہیجانات، پریشانیوں اور محرومیوں کے احساس کو روکا جاسکتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں خواہشات کو پورا کرنا، ختم نہ ہونے والی ہوس اور ارمانوں کی آگ بھڑکانے سے مختلف عمل ہے۔

انسان اور حیوان کے درمیان ایک فرق یہ ہے کہ انسان میں دو قسم کی خواہشات پیدا ہو چکی ہیں، سچی خواہشات اور جھوٹی خواہشات۔ سچی خواہشات یعنی حقیقی جبلت کے وہ تقاضے کہ ہر انسان میں ذات کی حفاظت، قوت، تسلط، جنسی میلان اور کھانے پینے کی رغبت موجود ہو۔ ان میلانات کا اپنی جگہ پر کوئی نہ کوئی مقصد اور حکمت ہے، اگرچہ یہ میلانات محدود ہوتے ہیں، لیکن ممکن ہے یہ سب کسی جھوٹی خواہش کا پس منظر بن جائیں۔ کھانے پینے کے معاملے میں بعض افراد کو جو جھوٹی (یعنی شدید) اشتہا ہوتی ہے وہ سب پر واضح ہے۔

بعض میلانات اور خواہشات جن میں جنسی خواہش بھی شامل ہے، روحانی پیاس کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، یعنی ان میں قناعت نہیں ہوتی اور ان کا سلسلہ لامنتہی ہوتا ہے۔ فطری خواہش کی تسکین کی جاسکتی ہے لیکن جھوٹی خواہشات بالخصوص اگر وہ روحانی پیاس میں تبدیل ہو چکی ہوں تو ان کی تسکین ممکن ہیں ہے۔

جو لوگ خواہشات کو دبانے سے روکتے اور جذبوں کی نشوونما کے لئے آزاد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اخلاق کے نظام کی تجویز پیش کرتے ہیں، ان کی غلطی یہ ہے کہ وہ انسان اور حیوان کے درمیان واضح فرق کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس پہلو کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ انسانی فطرت میں بری خواہشات کا لامتناہی سلسلہ موجود ہے۔ دولت کا معاملہ ہو یا سیاست، حکومت اور دوسروں پر تسلط جمانے کا یا جنسی معاملات کا، آدمی اگر ان میدانوں میں آگے بڑھنے کے لئے حالات سازگار پائے تو وہ راستے میں کہیں نہیں رکتا۔

آزاد اخلاق کے علمبردار یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی وجود سے جنسی حاجت کا ازالہ کرنا ویسے ہی ہے جیسے مثانہ خالی کرنا۔طبی نقطہ نظر سے پیشاب روکنا بہت نقصان دہ ہے، لیکن مثانہ خالی کرنے پر کوئی شرط یا پابندی عائد نہیں کی گئی، بالفرض کوئی شخص قدم قدم پر گلی کوچوں میں یا سڑکوں پر پیشاب کرنے کے لئے مناسب، پاکیزہ اور مفت جگہ پائے تو بھی وہ ایک جگہ پر رفع حاجت کے بعد بقیہ جگہوں پر کوئی توجہ نہیں دے گا۔

جنسی خواہش یا انسان کی جاہ طلبی اور مادہ پرستی کی خواہش کو ایسی تشبیہ دینا، اپنی توجہ صرف خواہش کا ناآسودگی اور محرومیت کی طرف مبذول رکھنا اور مخالف سمت کے حیرت انگیز اور نامحدود مسائل کو نظر انداز کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ اگر انسان کی بھی حیوان کی طرح خواہشات محدود اور اختتام پذیر ہوتیں تو نہ سیاسی پابندیوں کی ضرورت تھی، نہ اقتصادی اور جنسی قوانین کی۔ اخلاقی نقطہ نظر سے بھی انسان کو نہ سیاسی اور معاشرتی اخلاق کی ضرورت رہتی، نہ اقتصادی اور جنسی اخلاق کی، بلکہ اس کی محدود فطرت ہی اس کی تمام مشکلات حل کر دیتی۔

جس طرح اجتماعی تعلقات، اقتصادی امور اور سیاسی وسماجی پاکیزگی میں محدود کرنے والے قوانین اخلاق سے گریزاں ہیں، اسی طرح جنسی خواہشات کو محدود کرنے والے اخلاق، ضوابط، جنسی عصمت اور پاکیزگی سے بھی مفر نہیں ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۔ اخلاق میں جمہوریت:

''اخلاق میں جمہوریت میں بھی سیاست کی طرح آزادی اور
جمہوریت کا اصول کارفرما ہونا چاہئے''

اخلاق میں جمہوریت کا نعرہ بالکل بجا ہے یعنی انسان اپنے میلانات اور خواہشات کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جیسے رعایا کے ساتھ ایک انصاف پسند اور جمہوری حکومت کرتی ہے۔

اس ضمن میں جب اخلاقی مسائل کا ذکر ہوتا ہے یا انسان کو اپنے رویئے کے بارے میں خود ہی فیصلہ کرنا پڑے تو کچھ لوگ عمداً یا سہواً جمہوریت کو خودسری اور لاقانونیت کے ساتھ خلط ملط کر دیتے ہیں۔ اسلام کا جنسی اخلاق کے بارے میں وہی تصور ہے جو آج دنیا کا سیاسی اور اقتصادی اخلاق کے بارے میں ہے۔

۵۔ عشق کے نقطہ نظر سے شخصیت کی نشوونما:

جنسی اخلاق کا ایک اہم مسئلہ ''عشق'' ہے۔ قدیم زمانے ہی سے فلاسفہ ''عشق'' پر الگ بحث کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کی ماہیت کا تجزیہ کرتے رہے ہیں۔ ابن سینا نے ''عشق'' پر مستقل رسالہ تحریر کیا، صوفیاء عشق کی تمام اشیاء میں جاری و ساری دیکھتے ہیں اور انسان کے انسان کے ساتھ عشق کو اسی حقیقت کل کا مظہر سمجھتے ہیں۔ شعراء نے شہوت کو حقیر اور ایک حیوانی جذبہ قرار دیا ہے جبکہ عشق کی تعریف کی ہے اور اس پر فخر کیا ہے، حتیٰ کہ ہمارے ادب میں عقل و عشق کو عقل پر ترجیح دی گئی ہے۔

قابل تعریف عشق، جس کا شہوت سے کوئی تعلق نہیں ہے، صرف عشق الٰہی ہی نہیں بلکہ آدمی کے ساتھ عشق کی بھی بعض ایسی نوعیتیں ہیں جنہیں ہم شریفانہ کہہ سکتے ہیں اور جو دائرۂ شہوت سے خارج ہیں۔

اس کے برعکس بعض لوگ عشق کی تحریک، کیفیت اور مقصد کو جنسی خواہش کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حدت اور شدت سے الگ نہیں سمجھتے، انہیں پاکیزہ عشق پر بھی یقین نہیں ہے، وہ عشق الٰہی کو بھی نزاکت، ادب اور عبدیت سے خارج خیال کرتے ہیں۔

پہلے طبقے کے نزدیک عشق کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک قسم کا آدمی کا آدمی کے ساتھ عشق ہے۔ یہ عشق مزید دو اقسام پر مشتمل ہے، جسمانی اور نفسانی (یا دوسرے الفاظ میں حیوانی اور انسانی) لیکن دوسرے طبقے کے ہاں عشق کی نہ کوئی قسم ہے کہ کوئی توجیہہ، بلکہ وہ محض شہوت ہے۔

اب بعض جدید مفکرین اور فلاسفہ نے تیسرا نظریہ بھی پیش کیا ہے۔ ان کے ہاں ہر قسم کے عشق کی بنیاد جنس پر ہوتی ہے، لیکن یہی جنس خاص حالات میں بتدریج دوسری شکل میں بدل جاتی ہے اور اپنی جنسی و شہوانی خصوصیت سے محروم ہو کر روحانیت و معنویت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

یہ (تیسرا) طبقہ محض ہیئت، کیفیت مقصد اور اثرات کے لحاظ سے دو قسم کے عشق کا قائل ہے ورنہ ان کی بنیاد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان لوگوں کے ہاں یہ امر بالکل حیرت انگیز ہیں کہ ایک مادی مسئلہ روحانی صورت اختیار کر لے، کیونکہ مادیات اور روحانیات کے درمیان کوئی ناقابل عبور دیوار حائل نہیں ہے اور ایک صاحب نظر کے بقول ہر روحانی عمل کی بنیاد فطرت پر ہوتی ہے اور ہر مادی فعل ایک معنوی وسعت رکھتا ہے۔[1]

ہم یہاں اس عمیق نفسیاتی اور فلسفیانہ بحث میں نہیں پڑتے اور نہ ہی اس بارے میں قدیم و جدید نظریات نقل کرنا چاہتے ہیں، یہاں صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ عشق کی بنیاد خواہ جنسی ہو یا غیر جنسی اور بالفرض پہلی صورت میں اپنی شکل اور ماہیت کے اعتبار سے معنویت اور روحانیت میں تبدیل ہو یا نہ ہو، پھر بھی اس امر میں کوئی شک نہیں کہ عشق کو نفسیاتی اور معاشرتی اعتبار سے یعنی انسانی روح میں اس سے جو تبدیلیاں

---

[1] لذات فلسفہ PHILOSOPHY OF PLEASURES صفحہ ۱۵۳ اس انگریزی متن کا اردو ترجمہ ''نشاط فلسفہ'' کے نام سے لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ مترجم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

واقع ہوتی ہیں، فنی، وجدانی اور اجتماعی اثرات پیدا کرنے میں اپنے عمل و دخل کے باعث، اس حیوانی شہوت کے دوش بدوش کھڑا نہیں کیا جاسکتا جس کا مقصد صرف تسکین اور آسودگی ہوتا ہے۔

مخصوص شہوانی جذبہ جب تک شہوانی صورت میں ہوتا ہے اسے خودغرضی سمجھا جاتا ہے اور اس حالت میں انسان شہوت کو محض گناہ کے لئے ایک وسیلے کی نظر سے دیکھتا ہے، لیکن جونہی یہ جذبہ (شہوت) عشق میں تبدیل ہوتا ہے تو وہ اس قدر سنجیدہ نظر آتا ہے کہ عشاق نہ صرف اسے جان سے عزیز رکھتے ہیں، بلکہ اس پر فدا بھی ہونے لگتے ہیں، یعنی عاشق اپنی خودی (خودغرضی) ترک کردیتا ہے اور کم از کم مدمقابل کی خودی کو بھی اپنی خودی میں جذب کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عشق کو مربی، اکسیر، معلم اور الہام بخش قرار دیا گیا ہے۔ بقول سعدی:

ہر کہ عشق اندر او کمند انداخت
بمراد ویش بباید ساخت
ہر کہ عاشق نگشت، مرد نشد
نقرہ فائق نگشت تانگداخت

یا بقول حافظ:

بلبل از فیض گل آموخت سخن، ورنہ نبود
این ہمہ قول و غزل، تعبیہ در منقارش

عشق کی تعریف میں اہل مغرب بھی رطب اللسان ہیں اور اہل مشرق بھی، لیکن فرق یہ ہے کہ مغرب والے اس لئے عشق کی تعریف کرتے ہیں کہ اس وصال محبوب ہوتا ہے یا زیادہ سے زیادہ اس نقطہ نظر سے کہ عشق سے زندگی کی فضا کو مکدر رکھنے والی انسانی خودغرضی ختم ہوجاتی ہے اور ذہنی ہم آہنگی قائم ہوتی ہے، دو شخص نشوونما پا کر ایک ہوجاتے ہیں اور پھر باہم مل کر زندگی گزارتے ہیں اور زندگی سے زیادہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے زیادہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔

اہل مشرق عشق کے اس نقطہ نظر سے تعریف کرتے ہیں کہ وہ ذاتاً ایک مقدس اور مرغوب جذبہ ہے۔ روح کا وقار عشق کے دم سے ہے، عشق الہام بخش ہے، اکسیر ہے، (شخصیت کو) مکمل کرتا ہے، تطہیر کرتا ہے۔ مشرق والوں کے ہاں عشق کی یہ توصیف اس لئے نہیں کہ عمل عشق لذت بخش وصال پر منتج ہوتا ہے اور روحانی طور پر انسان کے لئے پر لطف باہمی زندگی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ مشرقی نقطہ نگاہ سے اگر انسان کا انسان سے عشق کوئی پیش منظر ہے تو یہ انسان سے ارفع تر معشوق ہونے کا پیش منظر ہے اور اگر یہ اتحاد و یگانگت کا پیش خیمہ ہے تو یہ افق انسانی سے بلند تر حقیقت سے وصول اور یگانگت کا پیش خیمہ ہے۔[1]

مختصر یہ کہ عشق کے موضوع پر بھی دوسرے مسائل کی طرح مشرقی اور مغربی نظریات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مغرب عشق کو بالکل آخری مرحلے پر شہوت سے الگ سمجھتا ہے، اسے معنویت، روحانیت اور طہارت کا لبادہ اوڑھاتا ہے۔ اس کے باوجود عشق زندگی کے مسائل سے الگ تھلگ نہیں اور مغرب والے اسے سماجی زندگی کی ایک نعمت سمجھتے ہیں، لیکن مشرق میں عشق کی جستجو زندگی کے روزمرہ معمولات سے بالاتر ہو کر کی جاتی ہے۔

اگر اس مفروضہ کو تسلیم کر لیا جائے کہ عشق بنیاد، کیفیت، مقصد اور اثرات کے لحاظ سے جنسی خواہشات سے الگ نہیں ہے تو ایسے عشق کے بارے میں جنسی اخلاق کی کتاب میں الگ سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ جنسی خواہشات کی پرورش کی ضرورت یا عدم ضرورت کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہی کافی ہے۔ اگر ہم عشق کو بنیاد یا کم از کم کیفیت اور معاشرتی نفسیاتی اثرات کی وجہ ہی سے جنسی خواہشات سے مختلف سمجھتے تو اس جذبے کی پرورش کی ضرورت یا عدم ضرورت پر الگ بحث کرتے۔ جنسی

---

[1] دیکھئے، الٰہیات اسفار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آسودگی کی ضرورت عشق کو ''جائز'' ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، جیسا کہ جنسی آسودگی اس نیم روحانی حالت کی پرورش کے لئے کافی نہیں۔ اس نعمت سے محرومی سے ایسے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں جن کا حل حیوانی جنسی خواہش کی تسکین کر لینے سے بھی ممکن نہیں ہے۔

> جن لوگوں نے دو طرفہ عشق کی پرخلوص، گہری اور مخلصانہ رفاقت کا مزہ نہیں چکھا انہوں نے زندگی کے مختلف پہلوؤں کی حلاوت نہیں چکھی اور انہیں یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ اس چاشنی سے محروم رہنے سے ان کے جذبات انہیں ظلم وتشدد اور حسد کی طرف لے جائیں گے۔[1]

عموماً کہا جاتا ہے کہ مذہب عشق کا دشمن ہے اور پھر حسب معمول اس دشمن کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ مذہب عشق کو شہوت کے برابر سمجھتا ہے اور شہوت ذاتاً ناپاک ہے، لہٰذا عشق بھی ناپاک (جذبہ) ہے۔

مذہب میں عشق کی مذکورہ توجیہہ کا الزام عیسائیت پر تو درست آتا ہے لیکن اس معاملے میں اسلام کو مورد الزام ٹھہرانا صحیح نہیں ہے۔ اسلام جب جنسی شہوت کے ساتھ عشق کا تعلق یا اختلاف اپنی جگہ ایک متنازعہ مسئلہ ہے۔

اسلام شوہر اور بیوی کی باہمی محبت وخلوص کو نہ صرف احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ انہیں اس محبت کی تلقین بھی کرتا ہے۔ اسلام نے اپنے عملی فلسفہ میں ایسی تدابیر اختیار کی ہیں جن سے یہ رفاقت اور مفاہمت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

ایک نکتہ جسے نظر انداز کیا جاتا رہا، یہ ہے کہ جو معلمین اخلاق، اخلاقی نقطہ نظر سے عشق کی مخالفت کرتے ہیں اور عشق کو کم از کم جزو اخلاق نہیں سمجھتے، اس کی وجہ عقل اور عشق کا باہمی تضاد ہے۔ عشق اتنا سرکش اور طاقتور ہے کہ جہاں قدم رکھتا ہے وہاں

---

[1] زنا شوئی واخلاق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے عقل رخصت ہوجاتی ہے اور عقل وہ قوت ہے جو قانون نافذ کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں عشق لاقانونیت کی طرف لے جاتی ہے اور وہ کسی قانون، قاعدے کا پابند نہیں۔ عشق ایک آزادی پسند اور مجتمع نہ ہونے والی انقلابی قوت ہے، لہٰذا وہ نظام جس کی بنیاد عقل پر رکھی گئی ہو وہ عشق (کرنے) کی تجویز کیسے پیش کرسکتا ہے؟ عشق تو ایسا فعل ہے جس کی تلقین یا تجویز پیش نہیں کی جاسکتی۔

اس ضمن میں کہنے کی بات یہ ہے کہ اگر اتفاقاً یا غیر اختیاری طور پر عشق ہو جائے تو انسان کو کیا کرنا چاہئے تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ (مثبت) نتائج حاصل کرسکے اور اس کے نقصان وہ اثرات سے محفوظ رہ سکے؟

ایک اور قابل ذکر بات عشق وعصمت کا باہمی ربط ہے۔ کیا عشق اپنے مفید اور شائستہ مفہوم کے ساتھ آزاد ماحول میں بہتر نشوونما پاسکتا ہے؟

یا عشق کا تعلق معاشرتی عصمت سے ہے؟ وہ معاشرہ جس میں عورت کا مقام شرمناک حد تک پست ہو چکا ہے اور ارفع عشق کا گلا گھونٹا جارہا ہے۔

اس سوال کا جواب ہم آگے دے رہے ہیں۔

عشق اور عصمت:

ویل ڈیورنٹ لکھتا ہے:

> انسان کی پوری زندگی میں اتفاقِ رائے سے ''عشق'' ہر شے سے دلچسپ ہے، مگر تعجب اس امر پر ہے کہ صرف چند لوگوں نے اس کی اصل اور وسعت کے بارے میں بحث کی ہے۔ ہر زبان میں تقریباً ہر لکھنے والے نے عشق پر کتابوں اور مقالوں کے دریا بہائے ہیں۔ اس کے بارے میں کیا کیا پُر جوش تحریریں اور اشعار تخلیق ہوئے ہیں، لیکن ان سب باتوں کے باوجود عشق کی طبیعی بنیاد اور اس کے تکامل اور حیرت انگیز توسیع کے بارے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں علمی تحقیقات ''پروٹوریا'' کے سادہ اختلاط، ''دانتے'' کی قربانی ''پٹرارک'' کے مکاشفوں اور ''ہلوئیز'' کی ''ابلارڈ'' سے والہانہ وفاداری کے سامنے کس قدر ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔[1]

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ قدیم اور جدید مفکرین کے اقوال سے عشق کی بنیادی مقصد اور اس کے جنس کے ساتھ تعلق یا اختلاف کے بارے میں تین نظریئے اخذ ہوئے ہیں۔ ہم یہ بھی کہہ آئے ہیں کہ عشق مشرق و مغرب میں شہوت سے جدا سمجھا گیا ہے اور لوگ اس کی تقدیس و تعریف کے قائل ہیں، لیکن ہم جو تقدس اور تعریف اخذ کرتے ہیں وہ مختلف ہے جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

یہاں غور طلب عشق اور عصمت کا باہمی تعلق ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ یہ فطری اور بہترین جذبہ کس قسم کے حالات میں بہتر طور پر نشوونما پا سکتا ہے؟ کیا اس ماحول میں جہاں عصمت اور تقویٰ کے نام پر اخلاقی قوانین عورت اور مرد کی روح پر مسلط ہیں؟ اور عورت ایک گراں بہا جنس کی طرح مرد کی دسترس سے باہر ہے یا جہاں عصمت اور تقویٰ کے نام پر ممانعت کا احساس ان پر حاوی نہیں ہے اور بنیادی طور پر ایسے قوانین ہی پائے نہیں جاتے بلکہ عورت نہایت شرمناک حالات میں مرد کے تصرف میں ہے۔ اتفاق سے ناقابل انکار مسئلہ یہ ہے کہ آزاد ماحول میں وہ عشق پیدا نہیں ہو سکتا جس میں گرم جوشی اور پختگی ہو، ایسے ماحول میں جہاں عورت کی حیثیت ذلت آمیز ہو، صرف وقتی ہوس اور بیہودگیوں کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔

یہ شہوت اور ہوس کا ماحول ہے، یہ اس عشق کا ماحول نہیں جسے فلاسفہ اور دانشوروں نے قابل احترام کہا ہے اور ان کے نزدیک عشق قربانی، خودغرضی چھوڑنے اور سوز و گداز کا نام ہے۔ عشق سے آگہی حاصل ہوتی ہے وہ نفیساتی قوتوں کو مجتمع کرتا ہے، تخیل کی پرورش کرتا ہے اور معشوق کو اپنی مرضی کے مطابق، نہ اس شکل میں جیسا کہ وہ ہے اپنے

---

[1] الذات فلسفہ، صفحہ ۱۱۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذہن میں مرتسم کرتا ہے۔ بہترین افکار، ایجادات، فنون اور صلاحیتیں تخلیق کرتا ہے۔

بہتر ہے ہم یہاں ان دانشوروں کے اقوال نقل کر دیں جو جدید جنسی اخلاق کے حامی ہیں۔

ویل ڈیورنٹ اور جدید جنسی اخلاق:

ویل ڈیورنٹ لکھتا ہے: ''یونان میں اگرچہ عشق کی غیر طبیعی صورت (مرد سے مرد کا عشق) کے بارے میں عشقیہ شاعری کا سراغ ملتا ہے، لیکن الف لیلیٰ کی کہانیوں سے پتہ چلتا ہے کہ عشقیہ شاعری قرون وسطیٰ سے بھی پہلے کی ہے، البتہ کلیسا کی طرف سے عفت و پاکدامنی کی ترغیب سے عشقیہ غزل میں پختگی آ گئی۔ طنز نگار ادیب لارشکوفو لکھتا ہے اس قسم کا عشق روح کے لئے ویسا ہی ہے جیسے جسم کے لئے جان۔ جسمانی خواہش کی اس دگرگونی کی رومانی عشق کے طور پر کیسے توجیہہ کی جائے؟ کس طرح یہ حیوانی بھوک ایسی خالص اور پرکیف بن جائے کہ بدنی اضطراب روحانی رقت کی شکل اختیار کر لے؟ کیا یہ تہذیبی بلوغت ہے کہ شادی کو موخر کر کے جسمانی خواہشات کو دبایا جائے؟ اور ان کا رخ باطنی مشاہدے اور تخیل کی طرف موڑ دیا جائے اور محبوب کو نامکمل خواہشات کے تخیلات کے تناظر میں رنگ برنگے لبادے میں جلوہ گر کرے؟ جب ہم کسی کی جستجو کرتے ہیں اور اسے نہیں پاتے تو وہ چیز گراں بہا اور پسندیدہ ہو جاتی ہے۔ خوبصورتی کا تعلق خواہش کی شدت اور توانائی سے ہوتا ہے، جبکہ صبر و قناعت سے خواہش میں ضعف واقع ہوتا ہے اور ممانعت سے وہ مزید تیز ہو جاتی ہے۔[1]

ویل ڈیورنٹ نیز رقمطراز ہے: لویمک جیمز کا نظریہ یہ تھا کہ حیاء کوئی فطری جذبہ نہیں بلکہ اکتسابی ہے۔ عورتوں کو یہ حقیقت معلوم ہے کہ لوگ شوخی و شرارت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، لہٰذا وہ ہمیشہ اپنی بیٹیوں کو یہ بات سمجھاتی رہتی ہے۔ بے باک عورتیں زود گزر موقعوں کے سوا کبھی مردوں کے لئے باعث کشش نہیں رہیں۔ بے

[1] لذات فلسفہ، صفحہ ۳۳۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تکلف نہ ہونا اور عطا و سخا سے اجتناب کرنا مردوں کے شکار کے لئے بہترین ہتھیار ہے، اگر انسان کے پوشیدہ اعضاء کو سب کے سامنے کھول دیا جاتا تو ہم انہیں دیکھتے ضرور مگر (ان کی نسبت) ہمارے کسی شوق اور رغبت کو کم ہی تحریک ملتی۔

جواں سال مرد حیاء سے لبریز آنکھوں کے پیچھے دوڑتا ہے اور شعوری طور پر محسوس کرتا ہے کہ یہ پرنزاکت حیاء ایک اعلیٰ محبت اور گداز کا پیش خیمہ ہے۔ حیاء اور اس کے نتیجے میں عورت کے محبوب و معشوق بننے سے مرد کی طاقت و شجاعت کو تقویت ملتی ہے اور وہ اہم اقدامات کے لئے تیار ہوتا ہے۔ عورت کا یہی کردار مرد کی ساکت اور جامہ زندگی کی تہہ میں دبی طاقتوں کو باہر کھینچ لاتا ہے۔[1]

> اب بھاری بھرکم اور بوجھل کپڑوں کا دور ختم ہوا، آج لڑکی نے بڑی جسارت اور ہمت سے کام لے کر ان مانع حمل "پروقار" کپڑوں سے اپنی جان چھڑالی ہے۔ منی سکرٹ درزیوں کے علاوہ باقی سبھی لوگوں کے لئے نعمت ثابت ہوئی ہے، البتہ اس میں ایک قباحت یہ ہے کہ اس سے مردوں کی قوت متخیلہ مزید کمزور ہوگئی ہے اور شاید اگر مردوں میں یہ قوت نہ رہے تو عورتیں بھی خوبصورت نہ ہوں۔[2]

رومانی عشق کے بارے میں رسل کا نظریہ:

برٹرنڈ رسل رومانی عشق کے بارے میں لکھتا ہے:

> رومانی عشق کی بنیاد یہ ہے کہ ہم اپنے معشوق کو بے حد گراں بہا اور اس کا حصول بہت مشکل سمجھیں، عورت کی قدر و قیمت میں اضافے کا سبب وہ مشکلات ہیں جو اس کو حاصل کرنے کے لئے

---

[1] الذات فلسفہ، صفحہ ۱۳۰

[2] الذات فلسفہ، صفحہ ۵۶۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پیش آتی ہیں۔[۱]

آگے چل کر وہ رقمطراز ہے:

> جن کے لحاظ سے عورت کا آسانی سے حصول باعث افسوس ہے۔ بہتر تھا اگر عورتوں کا حصول مشکل ہوتا، لیکن اسے ناممکن نہیں ہونا چاہئے تھا۔ جہاں اخلاقیات مکمل طور پر آزاد ہوں انسان کے لئے بالقوت شاعرانہ بازی کے مواقع ہوں، وہاں وہ اپنی شخصیت میں جاذبیت کی بدولت مسلسل کامیابیوں کے نتیجے میں عملاً اپنے بہترین افکار سے توسل کی ضرورت کم ہی محسوس کرتا ہے۔[۲]

رسل مزید لکھتا ہے:

> جو لوگ پرانے افکار کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہ ایک طرح سے خود کو عشق کے معاملے میں، جس گہرے مفہوم کے ساتھ ہم عشق کے قائل ہیں، خطرے میں ڈال لیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے لئے کسی طرح کی بھی اخلاقی پابندی نہ پائے تو وہ اچانک جنسی خواہشات کا اسیر ہو کر عشق کو سنجیدہ احساسات اور گہرے جذبات سے الگ کر دیتا ہے، لیکن اسے بغض و کینہ سے آلودہ کر دیتا ہے۔[۳]

یاللعجب! جناب رسل یہاں اخلاق کا دم بھرنے لگے ہیں۔ اخلاقیات سے ان کی کیا مراد ہے؟ وہ تو عصمت اور تقویٰ کی مذمت کرتے ہیں، حتیٰ کہ شادی کو عشق کے لئے رکاوٹ بلکہ غیر شرعی اور غیر قانونی شریک حیات سے لذت حاصل کرنے کے لئے بھی مانع نہیں سمجھتے اور ان کا نظریہ ہے کہ عورت کو صرف اس بات کا خیال رکھنا

---

[۱] زناشوئی و اخلاق، صفحہ ۵۳

[۲] زناشوئی و اخلاق، صفحہ ۴۹۳

[۳] زناشوئی و اخلاق، صفحہ ۴۲

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چاہئے کہ غیر قانونی شوہر سے حاملہ نہ ہو۔

رسل زنا کو جبر اور سختی یا کسی فریق کو جسمانی صدمہ پہنچنے کے علاوہ روا خیال کرتا ہے، وہ ذاتی مفادات کو معاشرے کے ساتھ ہم آہنگ کر دینے کو اخلاق کہتا ہے۔ جس شخص کے طرزِ فکر کا یہ عالم ہو وہ اس اخلاق کا کیا صحیح تصور پیش کر سکے گا جو جنسی میلانات کو لگام دے اور عشق کے لطیف جذبات کی پرورش کرے؟

بہرحال یہ امر مسلم ہے کہ رسل اور اس کے ہم نوا جس قسم کا اشتراکی جنسی ماحول تجویز کرتے یا قائم کرنا چاہتے ہیں، وہاں اس ''عشق'' کا دم گھٹتا ہے، جس کی تعریف میں فلاسفہ رطب اللسان ہیں، جسے عروج زندگی اور پر جوش زندگی کی آخری حد کہتے ہیں، جسے معلم، مربی، الہام بخش اور اکسیر کا نام دیتے ہیں۔ ان فلاسفہ کے ہاں جو شخص تمام عمر اس عشق سے محروم رہا ہے وہ دائرۂ انسانیت سے خارج ہے۔

یہاں دو نکات کی یاددہانی ضروری ہے:

پہلا نکتہ:

شہوت سے عشق کو الگ کرنا اور یہ کہ عشق کیفیت و مقصد کے لحاظ سے بھی حیوانی، جنسی شہوت سے جدا ہے۔ بعد میں چند نفسیاتی مسائل آتے ہیں جو مادہ پرستوں کے اصول سے منافی ہیں، لیکن بہرحال وہ لوگ انہیں تسلیم کرتے ہیں جو نفسیاتی مسائل میں مادی نقطہ نظر سے سوچتے ہیں۔

رسل ایک جگہ اعتراف کرتا ہے:

''عشق جنسی تعلقات کی خواہش سے بالاتر چیز''[1]

اور دوسری جگہ کہتا ہے:

عشق نے اپنے لئے خود مقصد، اصول اور مخصوص اخلاق وضع کر رکھا ہے، لیکن بدقسمتی سے ایک طرف سے مسیحی تعلیمات نے

---

[1] زناشوئی و اخلاق، صفحہ ۲۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور دوسری طرف سے آج کی نوجوان نسل کے پسندیدہ جنسی اخلاق کے اصولوں کے خلاف عناد نے (اور خود رسل نے عناد کی یہ آگ بھڑکا رکھی ہے) عشق کے ان مقاصد اور اخلاقیات کو مسخ اور خراب کر دیا ہے۔[1]

دوسرا نکتہ:

ایسا نظر آتا ہے کہ یہ روحانی کیفیت جو جنسی شہوت سے مختلف ہے، کم از کم کیفیت اور مقصد کے لحاظ سے دو اقسام پر مشتمل ہے اور دو مختلف صورتوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس کی ایک صورت تو جوش و خروش اور سوز و گداز ہے جو ایک طرف محبوب کے دسترس سے دور ہونے اور غیر معمولی ذہنی ہیجان اور تمام فکری قوتوں کے یکجا ہوجانے اور دوسری طرف عاشق کی روح پر عصمت و طہارت کی حکمرانی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس حالت میں واضح ذہنی انقلابات برپا ہوتے ہیں، بلکہ ذہانت پیدا ہوتی ہے، تاہم ایسی حالت کے ظاہر ہونے کی اولین شرط ہجر و فراق ہے۔ وصال ایسی حالت کے لئے موت کا حکم رکھتا ہے یا کم از کم اس کے جوش و خروش میں ضرور مانع ہوتا ہے اور وہ انقلابات برپا کرنے سے بھی روکتا ہے جو فلاسفہ کے ہاں متوقع ہوتے ہیں۔

اس قسم کے عشق زیادہ تر داخلی پہلو رکھتے ہیں، خارجی پہلو تو ان کے لئے اس بات کا بہانہ ہے کہ روح اپنے باطن سے ابھرے اور اپنے لئے پسندیدہ معشوق تیار کرے اور اپنی نظر سے ویسا دیکھے جس سانچے میں اس نے بزعم خود اسے ڈھالا ہے، نہ کہ جیسا ہو ذاتاً ہے۔ یوں وہ آہستہ آہستہ اس ذہنی پیکر سے مانوس ہوتا چلا جاتا ہے اور اسے حقیقی و بیرونی محبوب پر ترجیح دیتا ہے۔

اس روحانی کیفیت کی دوسری قسم محبت، رقت، پاکیزگی اور خلوص ہے جو شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے سے استلذاذ عفت اور طہارت کے اصولوں کے عین مطابق

---

[1] زناشوئی و اخلاق، صفحہ ۵۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتا ہے، بلکہ بڑھاپے میں جب شہوت ختم ہو جاتی ہے اور زوجین کو جنسی ملاپ پر قدرت نہیں رہتی، تب بھی ان میں (شروع سے) موجود غیر معمولی خلوص انہیں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے۔

اس خلوص اور محبت کا سبب بالعموم مرد کا عورت کو نان ونفقہ دینا، مرد کے مال میں عورت کی عملی شراکت اور بالخصوص کنبے کو جنسی آسودگی کے لئے وقف کرنا اور بیرونی ماحول کو کام کاج کے لئے مختص کرنا ہے۔ اسلام نے شوہر اور بیوی کے تعلقات کے لئے جو تدابیر اختیار کی ہیں وہ موجودہ یورپی معاشرے کے برعکس اسلامی معاشرے میں زیادہ خلوص، محبت، ایثار اور عشق پیدا کر رہی ہیں۔

پہلی قسم ہجر و فراق سے مشروط ہے، فراق روح کو زیادہ حساس اور آتشین بناتا ہے۔ اس کے برعکس وہ عشق جسے ہم خلوص و محبت کا نام دیتے ہیں اور صرف زوجین سے متعلق ہے وہ وصال اور قرب سے تکمیل پاتا ہے۔

پہلی قسم درحقیقت اجنبی ارواح کی پرواز، عمل، جذب اور انجذاب ہے اور دوسری دو دوست ارواح کا اتحاد ہے، ممکن ہے پہلی قسم میں کسی کو شک و شبہ ہو لیکن دوسری قسم کے بارے میں کسی تردد کی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن مجید میں جہاں زوجیت کے رشتے کو خداوند حکیم و علیم کے کے وجود کی نشانی قرار دیا گیا ہے وہاں اس کا ''مودت'' اور ''رحمت'' کے الفاظ کے ساتھ کے ساتھ ذکر ہوا ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ مودت اور رحمت فطری شہوت اور میلان سے مختلف چیزیں ہیں۔ قرآن مجید

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کی عورتیں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اورتم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا ہو۔[1]

مولانا روم نے اس نکتے کی حقیقت پائی اور کیا خوب فرمایا

زین للناس حق آراستہ است	زآنہ حق آراست کی تانندرست
چون ای یسکن الیھاش آفرید	کی بواند آدم از حوا برید
اینین خاصیتی در آدمی است	مھر، حیوان را کم است، آن از کمی است
مھر و رقت وصف انسانی بود	خشم و شہوت وصف حیوانی بود

شہوت ختم ہو جانے پر ویل ڈیورنٹ کا نظریہ:

ویل ڈیورنٹ نے اس خلوص ومحبت کے جذبے کی جو شہوت کے خاتمے کے بعد بھی برقرار رہتا ہے، یوں تعریف کی ہے:

> عشق اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا، جب تک اپنی گرم جوشی اور دل نشینی سے بڑھاپے کی تنہائی وموت کے قریب (کی سختی کو) آسان اور نرم نہ بنادے۔ جو لوگ عشق کو صرف ایک خواہش اور رغبت سمجھتے ہیں وہ صرف اس کی اصل کو دیکھتے ہیں، ورنہ عشق کی روح تو اس وقت بھی موجود ہوتی ہے جب جسم بے جان ہو چکا ہو۔ عمر کے ان آخری دنوں میں جب بوڑھے دل ازسرنو مل بیٹھتے ہیں تو باطنی کمال سے نڈھال جسم اپنے کمال کو چھو لیتا ہے۔[2]

عشق کی ان دونوں اقسام میں، جن میں سے ایک ہجر وفراق سے مشروط ہے اور دوسری قرب ووصال سے، ایک اضطراب اور جوش و ہیجان کی علامت ہے اور دوسری

---

[1] سورۂ روم:۲۱

[2] لذات فلسفہ، صفحہ ۴۲۲

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سکون و آرام کی، تمام اختلافات کے باوجود ایک قدر مشترک ضرور موجود ہے۔ یہ دونوں تروتازہ پھول ہیں اور صرف اسی ماحول میں کھلتے ہیں جہاں عفت وعصمت کی نسیم چلتی ہو۔ جنسی معاشرے یا جنسی کمیونزم نہ اس قسم کا شاعرانہ اور رومانی عشق پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی شوہر و بیوی کے درمیان وہ پاکیزگی، رقت، خلوص اور اتحاد پیدا کر سکتے ہیں، جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔

حاشیہ:

اپیکورEPICURUS قدیم یونانی فلسفیوں میں سے ایک ہے جو افلاطون کے مرنے کے سات سال بعد یعنی ۳۴۱ قبلِ پیدائش پیدا ہوئے، وہ ایک میٹریالیسٹک فلسفی، اور لذت پرستیHEDONISME یا(شہوت پرستی) کے سخت طرفدار تھے۔(مترجم)

اس گروہ کا تعلق بھی قدیم یونان سے ہی ہے کلبیوں کا نظریہ اپیکور کے بالکل برعکس تھا یعنی وہ ریاضت اور لذات سے پرہیزی کے قائل تھے اور انکا کہنا تھا کہ بااخلاق شخص وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو پستی میں گرادے کسی حد تک ان کے نظریات بعض صوفیانہ نظریات سے ملتے جلتے ہیں خاص کر صوفیوں کا وہ گروہ جس کے بارے میں علامہ اقبال نے خانقاہوں کے پردوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے کا کہا ہے۔

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال اٹھے کہ اسلامی کتابوں خاص کر بعض احادیث اور اکابرین اسلام کے کلمات میں بھی عورت کو ایک بری چیز کے طور پر پیش کیا گیا ہے، لیکن درحقیقت ان تمام کلمات یا احادیث میں عورت کو ایک بری اور پلید مخلوق کے طور پر بیان کرنا مقصود ہرگز نہیں بلکہ جس طرح انسان مرد کی مختلف حالتیں اور صفات بیان کی گئی ہیں جن میں بری صفات اور برے اخلاق کے حامل فرد کو برائی کے طور پر پیش کیا گیا ہے اسی طرح عورت کے بارے میں بھی بیان کیا گیا ہے اس فرق کے ساتھ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ عورت کی خاص ساخت اور بناوٹ نیز اس میں موجود کشش کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ایک بری صفت کی مالک عورت پورے معاشرے کو برائی کی طرف ڈال سکتی ہے۔ وگرنہ اسلام کی رورانی تعلیمات میں عورت اور مرد کے حصول کمال میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں فرق صرف بناوٹ اور ساخت کے تقاضوں کے مطابق ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com